بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نَضر اللہ امرءاً اسمع منا حدیثاً فحفظه حتی یبلغه

بانی

محدّث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

- ہم رمضان کیسے گزاریں؟
- دورۂ سندھ کی چند یادیں
- اہل حدیث ہی طائفہ منصورہ ہیں
- سنت کے سائے میں
- عاصم بن کلیب کی توثیق اور ان کا تفرد

مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

119

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ

اشاعة الحدیث

حضرو

نضر اللہ امرءاً سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 11 | رمضان ۱۴۳۵ھ جولائی 2014ء | شمارہ: 7

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ : 30 روپے

سالانہ : 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط و کتابت

مکتبة الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبة الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0301-8556571

حافظ ندیم ظہیر

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت:۵)

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۵﴾

"آج تمھارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں اور تمھارے لیے ان لوگوں کا کھانا حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاکباز عورتیں اور ان لوگوں کی پاکباز عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس طرح کہ تم باقاعدہ نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ پوشیدہ آشنائی بنانے والے اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہوگیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔" (۵/ المآئدۃ: ۵)

فقہ القرآن:

۱) ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ (اہل کتاب) کا ذبیحہ ہے۔ (تفسیر طبري ٤/ ٣٥٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زہر آلود بکری کا گوشت لائی تو آپ نے اس میں سے کچھ کھایا..."

(صحیح بخاري: ٢٦١٧، صحیح مسلم: ٢١٩٠)

امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے حکم، حماد اور قتادہ (رحمہم اللہ) سے بنو تغلب کے عیسائیوں کے ذبیحے سے متعلق پوچھا تو ان سب نے کہا: (اسے کھانے میں) کوئی حرج نہیں۔ (تفسیر طبري ٤/ ٣٥٩ وسنده صحیح)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے، کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کیلئے ذبح کرنے کو حرام سمجھتے ہیں اور اپنے ذبیحوں پر

اللہ ہی کا نام لیتے ہیں۔ باری تعالیٰ کے بارے میں جو (ان کے باطل) عقائد ہیں، وہ (اللہ) ان سے منزہ، پاک اور بہت بلند ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۷)

۲) اہل کتاب کا وہی ذبیحہ حلال ہے جسے شریعت اسلامیہ نے حلال قرار دیا اور وہ حقیقی طور پر ذبح ہوا ہو۔

بصورت دیگران کے برتن تک استعمال کرنے جائز نہیں ہیں۔

سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، جبکہ وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمھیں کوئی اور برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ اور پیو اور اگر ان کے علاوہ کوئی اور نہ ملیں تو انھیں پانی سے اچھی طرح دھو کر (مجبوراً) ان میں کھا پی لیا کرو۔'' (سنن أبي داؤد: ۳۸۳۹ وسندہ صحیح)

۳) غیر اہل کتاب کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، مثلاً ہندو اور مجوسی وغیرہ۔

۴) ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اہل کتاب میں سے پاک دامن وعفیفہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض صحابہ اہل کتاب میں سے شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح کرنا صحیح نہیں سمجھتے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس سے بڑا شرک نہیں جانتا کہ کوئی عورت کہے: میرا رب عیسیٰ ہے، حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔ (صحیح بخاري: ۵۲۸۵)

اور ان کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ﴾ ''مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔'' (۲/ البقرۃ: ۲۲۱)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ﴾ تو لوگ ان (اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے) سے رک گئے حتیٰ کہ اس کے بعد آیت: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ نازل ہوئی، پھر لوگوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کیے۔

(المعجم الكبير للطبراني: ۱۲۶۰۷، وسندہ حسن)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے نکاح کی رخصت موجود ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس رخصت کے قائل نہیں تھے وہ محض آیت: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ...﴾ کے نزول سے پہلے تک اسے ممنوع سمجھتے تھے۔ واللہ اعلم

۵) مسلمان عورتوں کا اہل کتاب مردوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذبیحے سے متعلق حکم فرمایا کہ ''اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، لیکن نکاح کے بارے میں صرف یہ فرمایا کہ ''اہل کتاب کی عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔'' یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ تمھاری عورتیں ان کے لیے حلال ہیں۔

۶) ﴿اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''جب تم انھیں ان کے مہر دے دو۔'' ﴿اُجُوْرَهُنَّ﴾ سے مراد حق مہر ہے اور اس کی ادائیگی نکاح میں واجب ہے۔

۷) ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ پاک دامن وعفت مآب ہوں، اسی طرح مردوں کے لیے بھی یہ شرط مقرر فرمائی کہ وہ نہ تو علانیہ بدکار ہوں اور نہ اِدھر اُدھر منہ مارنے والے ہی ہوں۔

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جاہلیت میں زنا کاروں کی دو اقسام تھیں: ① کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرنے والے کو (مُسٰفِحِيْنَ) کہا جاتا ہے۔
② صرف اپنی محبوبہ کے ساتھ زنا کرنے والے (اَخْدَانٍ) ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ دونوں صورتیں پاک دامنی کے منافی ہیں اور یہ کہ نکاح کی شرط ہے کہ مرد زنا کاری سے دامن بچانے والا ہو۔'' (تفسير السعدي ١/ ٦٥٣، ٦٥٤)

۸) ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ آیت کے اس حصے کی حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ نے بڑی عمدہ تفسیر کی ہے کہ ''اس میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح صرف جائز ہے، مستحسن اور مستحب نہیں، یعنی کوئی باعث ثواب اور اچھی چیز نہیں اور جو شخص اس اجازت سے فائدہ اٹھائے اسے اپنے ایمان کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غیر مسلم بیوی سے متاثر ہو کر اپنے ایمان و اخلاق سے ہاتھ دھو بیٹھے۔'' (تفسير القرآن الكريم ١/ ٤٥١)

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اضواء المصابیح

فقہ الحدیث

بَابُ اَحْکَامِ الْمِیَاہِ — پانیوں کے احکام

الفصل الأول

۴۷۴: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((**لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ، ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْہِ.**)) مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ، قَالَ: ((**لَا یَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّائِمِ وَھُوَ جُنُبٌ.**)) قَالُوْا: کَیْفَ یَفْعَلُ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ! قَالَ: یَتَنَاوَلُہٗ تَنَاوُلًا.

سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں جو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر وہ اس میں غسل کرے۔''

متفق علیہ

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جو جنبی ہو، کھڑے پانی میں غسل نہ کرے۔'' لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! تو وہ کیسے (غسل) کرے؟ آپ نے فرمایا: وہ وہاں سے (پانی) لے۔ (پھر علیحدہ ہو کر غسل کرے)

تخریج: صحیح بخاری: ۲۳۹، صحیح مسلم: ۹۶/۲۸۲، ۹۷/۲۸۳

فقہ الحدیث:

۱) الْمِیَاہ: یہ مَاءٌ کی جمع ہے اور پانی کیلئے عام یہی لفظ مستعمل ہے۔ پانی گدلا ہو یا صاف، میٹھا ہو یا کھاری سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں ''الْمِیَاہ'' جمع لانے کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس باب میں ہر طرح کے پانی مثلاً دریا، سمندر، کنوئیں، چشمے اور بارش کے پانیوں سے متعلق احکام ومسائل ذکر کیے جائیں گے۔

۲) کھڑے پانی میں پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

۳) حافظ شرف الدین الطیبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۳ھ) نے فرمایا:

''یہاں ثُمَّ: اِسْتِبْعَادِيَة ہے، یعنی عقل مند شخص سے یہ بعید ہے کہ (مذکورہ) دونوں کام اکٹھے کرے۔'' (الكاشف عن حقائق السنن ۲/ ۱۱٦)

۴) امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ . بطور تنبیہ ہے......اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے پانی میں پیشاب کر دیا تو اسے کبھی اسی پانی کی ضرورت پڑ سکتی ہے، پھر اس میں پیشاب واقع ہونے کی وجہ سے وہ اس پانی کے استعمال سے احتراز کرے گا۔''

(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ۱/ ٤٠٠)

۵) بعض روایات میں '' ثُمَّ يَغْتَسِلُ'' کے بجائے '' ثُمَّ يَتَوَضَّأُ'' وغیرہ کے الفاظ بھی ہیں، چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس کھڑے پانی سے وضو کرنے اور پینے کی ممانعت، جس میں پیشاب کیا گیا ہو۔'' (صحيح ابن خزيمه قبل حديث: ٩٤)

یعنی امام ابن خزیمہ کے نزدیک اس سے ''نہی'' مراد ہے۔

٦) ایک روایت میں ہے کہ '' نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبَالَ فِى الْمَاءِ الْجَارِي'' رسول اللہ ﷺ نے بہتے ہوئے پانی میں (بھی) پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔ (المعجم الأوسط للطبراني: ١٧٤٩)

یہ روایت احمد بن محمد انطا کی (ضعیف) اور ابو زبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، لہٰذا قابل حجت نہیں۔

۷) پانی قلیل ہو یا کثیر جب تک اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو اور ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل نہیں ہوگا پانی پاک رہے گا۔ جو لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ تھوڑے پانی میں نجاست گرتے ہی وہ ناپاک ہو جاتا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ ''الأَصْلُ فى الْمَاءِ الطَّهَارَة'' پانی اپنی اصل (طہارت) پر برقرار رہے گا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی واقع نہ ہو۔ واضح رہے کہ غسل کرنے کی ممانعت محض پیشاب کرنے والے کے لیے ہے۔

نیز دیکھئے المحلی لإبن حزم (۱/ ۱۸۶)

ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ اس کے عادی نہ ہوں اور پانی محفوظ رہے، کیونکہ کھڑے پانی میں مسلسل لوگوں کے پیشاب کرنے سے اوصاف ثلاثہ تبدیل ہونے کی بنا پر پانی نجس ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

۸) کھڑے پانی میں جنبی شخص کا غسل کرنا جائز نہیں ہے۔

۹) اگر غسل کی حاجت ہو تو کھڑے پانی میں غوطہ لگانے کی بجائے اس میں سے پانی نکال کر علیحدہ ہو کر غسل کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

۱۰) اس حدیث سے بھی استدلال کرنے والے دو طرح کے لوگ ہیں:

① نجاست گرنے سے مطلق پانی نجس ہو جاتا ہے۔ بعض احناف نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر بھی دلیل لی ہے۔

② قلیل پانی نجاست گرتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے۔ وجہ ممانعت گزر چکی ہے اور راجح یہی ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف بدلنے تک پانی پاک رہے گا۔ امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، اگر اس میں نجاست گر جائے اور اس سے پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ بدل جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔'' (الاوسط لابن المنذر ۱/ ۲۶۸)

۴۷۵: وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّبَالَ فِى الْمَآءِ الرَّاكِدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سیدنا جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔

تخریج:

صحیح مسلم ۹۴/۲۸۱

فقہ الحدیث: شرح وفوائد کے لیے دیکھئے حدیث سابق: ۴۷۴

حافظ ندیم ظہیر

توضیح الاحکام

عاصم بن کلیب کی توثیق اور ان کا تفرد

محترم حافظ ندیم ظہیر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کی خدمت میں تین عدد سوالات بھیج رہا ہوں، انتہائی تحقیق کے بعد اُن کے جوابات مطلوب ہیں اور آپ سے گزارش ہے کہ تینوں سوالات کے جوابات ہمارے اور آپ کے محبوب شیخ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے عظیم مجلّہ اشاعۃ الحدیث میں شائع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ رب العزت آپ کو صحیح معنوں میں شیخ رحمہ اللہ کا جانشین بنائے اور اُن کے عظیم و لاجواب منہج کے مطابق تحقیقی و اصلاحی کام کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

سوال صحیح مسلم کے راوی عاصم بن کلیب رحمہ اللہ کی تفرد والی روایات کو بعض لوگ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کی جرح کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ نیز کسی راوی کے ثقہ و صدوق ہونے کے بعد اُس کے تفرد کی کیا حیثیت ہے؟ اُصولِ حدیث واقوال المحدثین کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ (ابوانس، محلّہ انصاری، حیدرآبادی)

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ، آپ کے ہر سوال کا جواب بترتیب پیشِ خدمت ہے:

عاصم بن کلیب جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق اور قابل حجت راوی ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱) حافظ ابن سعد نے فرمایا: ”وَ كَانَ ثِقَةً يُحْتَجُّ بِهِ“ (الطبقات الکبریٰ ٦/ ٣٤١)

۲) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ.“

(موسوعة اقوال يحيىٰ بن معين ٣/ ١٤)

۳) امام احمد بن حنبل نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (موسوعة اقوال الإمام أحمد ٢/ ٢٠٧)

۴) امام یعقوب بن سفیان الفارسی نے فرمایا: " ثِقَةٌ " (المعرفة والتاريخ ٣/ ٩٥)

۵) امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے روایت لی ہے۔

دیکھئے: صحيح مسلم (٢٠٨ ، ٢٠٩٥ ، ٢٧٢٥ ، ٢٩٩٢)

۶) امام ابوالحسن العجلی نے فرمایا: " ثِقَةٌ " (كتاب الثقات : ٧٤٣)

۷) امام ابوحاتم نے فرمایا: " صَالِحٌ " (الجرح والتعديل ٦/ ٣٥٠)

۸) امام ابوحفص ابن شاہین نے فرمایا: " ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ "(تاريخ اسماء الثقات: ٨٣٣)

۹) امام ذہبی نے فرمایا: " ثِقَةٌ وَلِيُّ اللّٰه " (من تكلم فيه وهو موثق: ١٧٠)

۱۰) حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: " صَدُوْق رُمِيَ بِالْإِرْجَاءِ "(التقريب : ٣٠٧٥)

جمہور محدثین کی اس توثیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عاصم بن کلیب ثقہ وصدوق ہیں۔ وللہ الحمد

عاصم بن کلیب پر تفرد کا اعتراض اور اس کا جواب

۱۔ اس سلسلے میں امام علی بن المدینی کا قول معروف ہے کہ " لَا يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ " اگر عاصم بن کلیب منفرد ہوں تو پھر حجت نہیں۔ (الضعفاء والمتروكون لابن الجوزي: ١٧٦٠)

ہمارے علم کے مطابق اس قول کو سب سے پہلے نقل کرنے والے حافظ ابن الجوزی ہیں اور انھیں یہ قول کس واسطے سے پہنچا؟ اس کی کوئی سند نہیں ہے، لہٰذا امام علی بن المدینی کا قول بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲۔ اسماء الرجال اور اس سے متعلقہ کتب کے دراسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین محض متکلم فیہ یا مختلف فیہ راوی کے بارے میں " لَا يُحْتَجُّ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ " کی قید لگاتے ہیں۔ عاصم بن کلیب جیسے ثقہ عندالجمہور کے بارے میں ایسی نظیر مشکل ہے۔ واللہ اعلم

ثقہ راوی کا تفرد مضر نہیں ہے

☆ امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا: " وَالتَّفَرُّدُ مِنَ الثِّقَاتِ مَقْبُوْلٌ " یعنی ثقہ راویوں کا

تفرد (بھی) مقبول ہے۔ (المستدرك للحاكم ١/ ١٣٦ ح ١٠٠)

نیز آپ نے فرمایا: " إِذَا تَفَرَّدَ الثِّقَةُ بِحَدِيْثٍ فَهُوَ عَلَى أَصْلِهِمْ صَحِيْحٌ"
جب ثقہ راوی کسی حدیث میں منفرد ہو تو وہ اپنی اصل پر صحیح ہے۔ (المستدرك ٣/ ١٢٨)

☆ امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: " وَ تَفَرُّدُ الثِّقَة مَقْبُوْلٌ " اور ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہے۔ (تلخيص المستدرك ١/ ١٣٦)

☆ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ ایک راوی پر تفرد کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: " إِذَا كَانَ الرَّاجِح تَوْثِيْقه فَلَايَضُرُّ تَفَرّده بِهِ لِأَنَّ تَفَرّد الثِّقَة بِالْحَدِيْثِ لا يَضُرُّ" جب اس کی توثیق راجح ہے تو پھر اس کا تفرد مضر نہیں کیونکہ حدیث میں ثقہ راوی کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔ (البدر المنير ٥/ ٤٩٤)

☆ علامہ مغلطائی نے فرمایا: " وَ تَفَرُّدُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْر"
جمہور کے نزدیک ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہے۔ (شرح ابن ماجه لمغلطائي ١/ ٦٧٠)

☆ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: " وَ تَفَرُّد الثِّقَةِ لا يُوجِبُ نكَارَة الْحَدِيْثِ"
ثقہ راوی کا تفرد حدیث کی نکارت کو واجب نہیں کرتا۔ (تهذيب السنن ١/ ٢٦)
نیز دیکھئے بدائع الفوائد (۳/۱۲۳)

☆ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: " أَن تَفَرّد الثِّقَةِ بِالْحَدِيْثِ لا يُعْتَبَرُ عِلَّةً" حدیث میں ثقہ راوی کا تفرد علت (قادحہ) نہیں سمجھا جاتا۔

(السلسلة الأحاديث الضعيفة ١٤/ ٢٤٦)

☆ دراسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ثقہ کا تفرد مقبول ہے۔ دیکھئے منهج الإمام أحمد في إعلال الأحاديث (٢/ ٨٠٦)

☆ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ پر ایک معترض نے اعتراض کیا: ''اثری صاحب کو محمد بن حمیر کا تفرد بھی نظر نہیں آیا'' تو اس کے جواب میں آپ نے لکھا: ''ہم عرض کر چکے ہیں کہ جناب ڈیروی صاحب کے شیخ مکرم فرماتے ہیں: ''صاحب غرائب و افراد'' ہونا

اصول حدیث کے لحاظ سے کوئی جرح نہیں۔'' (تنقیح الکلام ص ۵۳)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں:

''لیجیے جناب! محمد بن حمیر کی اس روایت کو جس میں وہ منفرد ہے علامہ ذہبیؒ حسن کہتے ہیں۔'' ...... ''لہٰذا تفرد کا بہانہ بنا کر بھی محمد بن حمیر کی روایت کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں۔''

(تنقیح الکلام ص ۵۳، ۵۶)

خلاصۃ التحقیق:

عاصم بن کلیب ثقہ وصدوق اور قابل حجت راوی ہیں اور ان پر تفرد کا اعتراض بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ فرضِ محال اگر یہ ثابت بھی ہوتا تو جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی کا تفرد مقبول ہونے کی وجہ سے یہ لائق التفات نہیں تھا۔

تنبیہ: عدمِ رفع الیدین والی روایت سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال ہمارے یہاں بعض مساجد میں نماز کی جماعت کا وقت ہو جانے پر لوگ (مُقتدی) گھڑی دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور صف بندی کر لیتے ہیں، حالانکہ پچھلی صفوں میں امام مسجد پہلے ہی سے موجود ہوتا ہے، اُس کے بیٹھے ہوئے بھی لوگ اسی طرح کرتے ہیں اور کبھی کبھار امام مسجد ابھی مسجد کے مین ہال میں داخل نہیں ہوتا کہ لوگ صفیں بنا کر پیچھے مُڑ مڑ کر اُس کا یعنی امام کا انتظار کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات مزید انتظار کئے بغیر کوئی بھی شخص تکبیر (اقامت) کہہ دیتا ہے اور مقتدیوں میں سے کسی کو امام بنایا جاتا ہے اور نماز شروع کر دی جاتی ہے، پھر تھوڑی دیر بعد امام مقتدی کی حیثیت میں شامل ہوتا ہے۔ کیا اس طرح کے معاملات صحیح ہیں کہ مقتدی جب چاہے امامت کے لیے کھڑا ہو جائے یا پھر شرعی حدود و قیود ہیں؟ (ابوانس، حیدر آباد)

الجواب اس سلسلے میں راجح یہی ہے کہ مقتدی صفوں میں بیٹھ کر امام کا انتظار کریں اور اضطراب و بے چینی کا مظاہرہ نہ کریں۔ امام مسجد میں موجود ہو یا باہر سے تشریف لائے جب تک وہ اپنی جائے امامت کی طرف چل نہ دے مقتدیوں کو صف میں بیٹھے رہنا چاہیے۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''كَانَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ يُؤَذِّنُ ، ثُمَّ يُمْهِلُ فَإِذَا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أَقْبَلَ أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ .''

نبی ﷺ کا مؤذن اذان کہتا، پھر انتظار کرتا۔ جب وہ نبی ﷺ کو دیکھ لیتا کہ آپ تشریف لے آئے ہیں تو اقامت کہنا شروع کر دیتا۔

(صحیح ابن خزیمة : ۱۵۲۵ ، وسندہ حسن، نیز دیکھئے صحیح مسلم: ٦٠٦)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِي وَ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ.))

''جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم مجھے دیکھے بغیر کھڑے نہ ہونا اور سکینت کو لازم کرلو۔''

(صحیح بخاري: ٦٣٨)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد فرمایا: ''وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَ غَيْرِهِمْ أَنْ يَنْتَظِرَ النَّاسُ الإِمَامَ وَ هُمْ قِيَامٌ .''

نبی کریم ﷺ کے صحابہ و دیگر اہل علم میں سے ایک جماعت نے یہ مکروہ جانا کہ لوگ (صفوں میں) کھڑے ہو کر امام کا انتظار کریں۔ (سنن الترمذي: ٥٩٢)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اس حدیث پر یوں باب قائم کرتے ہیں:

''بَابُ النَّهْيِ عَنْ قِيَامِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ قَبْلَ رُؤْيَتِهِمْ إِمَامَهُمْ''

لوگوں کا اپنے امام کو دیکھنے سے پہلے نماز کے لیے کھڑا ہونا ممنوع ہے۔

(صحیح ابن خزیمة قبل حدیث: ١٥٢٦)

امام بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

''وَ قَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَنْتَظِرَ النَّاسُ الْإِمَامَ وَ هُمْ قِيَامٌ''

اہل علم میں سے ایک جماعت نے یہ ناپسند کیا ہے کہ لوگ (صفوں میں) کھڑے ہو کر امام کا انتظار کریں۔ (شرح السنة ٢/ ٨٩)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر امام مسجد میں موجود ہے، پھر جب وہ (جائے

نماز کی طرف) کھڑا ہو تو لوگ بھی (صفیں بنانے کیلئے) کھڑے ہو جائیں۔لیکن اگر (صورتِ حال یہ ہے کہ) وہ اس کے باہر سے آنے کے منتظر ہیں تو جب تک امام کو (جائے نماز کی طرف آتے ہوئے) دیکھ نہ لیں، کھڑے نہ ہوں۔'' (الاوسط ٤/ ١٨٨)

ابوخالد الوالبی کا بیان ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف آئے اور اقامت کہہ دی گئی (جبکہ ہم ان کے انتظار میں کھڑے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' مَالِی أَرَاکُمْ سَامِدِیْنَ؟'' کیا بات ہے کہ میں تمھیں لہو ولعب میں دیکھ رہا ہوں؟

(شرح مشكل الآثار ١٠/ ٣٩٥ واللفظ له ، الصلاة لأبي نعيم: ٢٩٢ وسنده حسن)

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام کے انتظار میں کھڑے رہنا درست نہیں اور نیکی کے امور میں اضطراب و بے چینی کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفوں میں بیٹھ کر انتظار کیا کرتے تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' کَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءِ الْآخِرَۃَ حَتّٰی تَخْفِقَ رُءُوْسُھُمْ.''

اصحاب رسول ﷺ نماز عشاء کا انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ ان کے سر (اونگنے کی وجہ سے) جھک جاتے تھے۔ (صحيح ، سنن أبي داؤد: ٢٠٠)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا یُرَدُّ الدُّعَاءُ بَیْنَ الْأَذَانِ وَ الْإِقَامَۃِ))

''اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔'' (صحيح ، سنن أبي داؤد: ٥٢١)

جب مقتدی حضرات اذان اور اقامت کا درمیانی وقت ذکر و اذکار اور دعا کرنے میں گزاریں گے تو انھیں احساس ہی نہیں ہوگا کہ کب امام آیا اور اقامت کہہ دی گئی! اس پر عمل پیرا ہونے سے ہر قسم کی بے چینی اور اضطراب ختم ہو جائے گا۔ان شاءاللہ

مسئلے کا دوسرا پہلو: بعض احادیث میں امام دیکھنے سے پہلے صفیں بنانے کا ذکر بھی ہے۔

مثلاً سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' أُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَقُمْنَا فَعَدَّلْنَا الصُّفُوْفَ قَبْلَ أَنْ یَخْرُجَ إِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ .'' اقامت کہی گئی تو ہم نے کھڑے ہو کر صفوں کو

برابر کیا، اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائیں۔

(صحیح مسلم: ٦٠٥، صحیح بخاري: ٢٧٥، سنن أبي داؤد: ٢٣٥)

اس حدیث کی توضیح وتوجیہ میں محدثین کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: " هَذَا مَحْمُوْلٌ عَلَى أَنَّهُ كَانَ فِيْ بَعْضِ الأَوْقَاتِ وَ كَانَ الْغَالِبُ مَا جَاءَ فِيْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ . "
یعنی یہ عمل بعض اوقات پر محمول ہے ورنہ اکثر عمل حدیث جابر ہی پر ہے۔

(كتاب الأحكام الكبير ٢/ ٢٦٥)

۲) بعض علماء کے نزدیک یہ عمل حدیث: ((فَلَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِيْ)) سے پہلے کا ہے۔

۳) حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: " فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ كَانَ سَبَبُ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ . " یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہوجاتے تھے تو یہی امر اس سے ممانعت کا باعث ہوا۔ (فتح الباري ٢/ ٤٦٣)

ان تصریحات سے خوب واضح ہوجاتا ہے کہ اب حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر عمل کیا جائے گا۔

اگر کسی بشری تقاضے کی وجہ سے امام کے آنے میں کچھ تاخیر ہو تو فوراً کسی دوسرے کو امامت کے لیے کھڑا کرنا جائز نہیں بلکہ اس کا انتظار کرنا چاہیے، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام، نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے تھے۔ اگر زیادہ دیر ہوجائے یا کنفرم ہوجائے کہ امام صاحب نہیں پہنچ سکتے تو نائب وغیرہ نماز پڑھا سکتے ہیں۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب امام (زیادہ) تاخیر کردے تو اس کا انتظار نہ کرنے کی اجازت اور مقتدیوں کا کسی ایک مقتدی کو امامت کے لیے حکم دینا (جائز ہے)''

(صحيح ابن خزيمة قبل حديث: ١٥١٤)

سوال ہمارے یہاں ایک مسجد میں تقریباً آٹھ یا دس سال سے ایک امام مقرر

ہے جو کہ متقی و پرہیز گار اور شرعی اُمور کا پابند بھی ہے مگر وہ حافظ یا با قاعدہ علم نہیں ہے۔ عرصہ دراز سے اُس امام کے پیچھے نمازیں پڑھنے والوں میں سے دو یا چار لوگوں نے (جن میں ایک حافظ بھی ہے) یہ اعتراض اُٹھانا شروع کر دیا ہے کہ مذکورہ امام حافظ نہیں ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، لہٰذا اس کو ہٹایا جائے، یا حافظ کی موجودگی میں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ حالانکہ ہمارے یہاں جماعت کا ایک بھرپور نظم قائم ہے جس کے تحت جب کسی شخص کو کسی مسجد کا امام مقرر کر دیا جاتا ہے تو پھر اُسی کی ذمہ داری ہوتی ہے نماز پڑھانے کی چاہے اُس کے پیچھے کوئی حافظ عالم ہی کیوں نہ کھڑا ہو۔ لہٰذا جماعت اس طرح کے معاملات میں ہمیشہ مخالفین کے پروپیگنڈے کا رد کرتی رہی ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے امام صاحب کے مخالفین نے انتہائی غیر اخلاقی حرکت کرتے ہوئے ایس پی سٹی (پولیس) کو اُن کے خلاف درخواست بھی دے ڈالی۔

آیا اس سارے معاملے میں کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟ تفصیل سے جواب دیں تاکہ ہماری اصلاح ہو سکے۔ جزاک اللہ خیراً فی الدارین (ابو انس، حیدر آباد)

الجواب جس مسجد میں کسی امام کو مقرر کر دیا جائے اور وہ عرصہ دراز سے منصب امامت پر فائز بھی ہو اسے محض ذاتی رنجش کی وجہ سے اس منصب سے ہٹانا درست نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امامت کیلئے حافظ و قاری قرآن کو ترجیح حاصل ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر حافظ یا غیر افضل کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جبکہ وہ موحد، متبع سنت اور تقویٰ شعار بھی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے۔

دیکھئے صحیح مسلم: ۴۲۱ (۹۵۲)

صحابی رسول نے غیر صحابی کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے۔

دیکھئے سنن ابن ماجہ (۹۸۳) صحیح ابن خزیمۃ (۱۵۲۰) وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص کسی دوسرے کے حلقۂ اقتدار میں ہرگز اس کی امامت نہ کرائے۔'' (صحیح مسلم : ٦٧٣)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم یا حافظ و قاری ہو، اسے مقامی مقرر کردہ امام کے پیچھے ہی نماز ادا کرنی چاہیے، اگرچہ وہ علم میں اس سے کم ہی ہو۔

مذکورہ سوال سے ملتے جلتے سوال کے جواب میں مولانا محمد عبیداللہ خاں عفیف حفظہ اللہ نے فرمایا: ''شرعی عذر کے بغیر ذاتی عداوت اور اختلاف کی بنا پر اس امام کو منصب امامت سے الگ کرنا جائز نہیں۔ ہاں، اگر کوئی شرعی عذر ہو تو پھر اس کو امامت سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی علیحدگی کی صورت میں کسی فتنہ اور جماعتی اختلاف کا خطرہ نہ ہو۔'' (فتاویٰ محمدیہ ص ۴۲۷)

جو قرآن مجید صحیح نہیں پڑھ سکتا ایسے شخص کی امامت کے بارے میں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس قسم کے امام کی اقتداء میں نماز درست ہے۔'' (احکام و مسائل ۱/۱۶۳)

فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ایک شخص نے سوال کیا: ''میں ریاض کے مضافات میں ایک مسجد میں امام ہوں میری مشکل یہ ہے کہ میں تجوید و قرأت میں کمزور ہوں اور پڑھنے میں غلطیاں بہت کرتا ہوں۔ مجھے قرآن مجید کے تین پارے اور بعض سورتوں کی بعض آیات یاد ہیں لیکن میں اس ذمہ داری کے بارے میں بہت ڈرتا ہوں، لہٰذا براہ کرم رہنمائی فرمایے کیا میں امامت کا سلسلہ جاری رکھو یا مستعفی ہو جاؤں؟'' اس کے جواب میں آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ہم آپ کو یہ مشورہ نہیں دیں گے کہ استعفیٰ دے دو بلکہ یہ مشورہ دیں گے کہ مسلسل محنت اور صبر و کوشش سے کام لو......'' (فتاویٰ اسلامیہ ۱/۵۰۳ طبع دارالسلام)

واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ میں فتنے کی پُرزور مذمت کی گئی ہے اور سائل نے جن حالات کا ذکر کیا ہے ان سے فتنہ انگیزی کا اشارہ ملتا ہے، لہٰذا مذکورہ افراد سے گزارش ہے کہ اگر ایک نظم کے تحت عرصہ دراز سے بہترین امور سرانجام دیے جا رہے ہیں تو ان میں دراڑ ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ **هذا ما عندي والله أعلم بالصواب** (۲۷/ جون ۲۰۱۴ء)

حافظ ندیم ظہیر

ہم رمضان کیسے گزاریں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنَ ، أَمَّا بَعْدُ :

ماہِ رمضان رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہے جو ہم سے یہ تقاضا کر رہا ہے کہ دیکھنا کہیں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میری تمام تر فضیلتیں سمیٹنے سے محروم نہ رہ جانا ......شاید یہ زندگی کا آخری رمضان ہو......دوبارہ ایسا بابرکت مہینہ نصیبے میں نہ ہو......کیا تم دیکھتے نہیں کتنے ہی ایسے ہیں جو تمھارے ساتھ سحری وافطاری میں شریک ہونے والے اور قیامِ رمضان میں ساتھ کھڑے ہونے والے تھے لیکن......آج نظر نہیں آرہے! کیوں؟...... اس لیے کہ ان کا مقررہ وقت پورا ہو چکا ہے۔

﴿وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا ط﴾ کی صدا آچکی ہے بلکہ اب تو تم بھی......اسی قطار میں کھڑے نظر آتے ہو۔عنقریب......تمھاری باری بھی آنے والی ہے، پھر کیوں نہ اس زندگی کے بقیہ لمحات وساعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو بدل دیں۔

معصیت ونافرمانی کی دلدل سے نکل کر زہد وتقویٰ کے تالاب میں غوطہ زن ہوں، لیکن کیسے؟ ہم اپنی زندگیوں میں کس طرح انقلاب لائیں؟ ...... ہاں!......رب کریم نے ہمیں ایک بہترین موقع عطا کیا ہے اور وہ ''ماہ رمضان'' ہے۔ہم کس طرح اس مہینے کے شب وروز گزاریں، تاکہ ہمارا رب رحیم ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے اعمال اس کے ہاں مقبول قرار پائیں؟

تو پھر ضروری ہے کہ درج ذیل باتوں کو ملحوظ رکھا جائے:

توبہ: سب سے پہلے اپنی سابقہ زندگی پر ایک نظر ڈالیں کہ جس قدر بھی گناہ ہوئے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، خواہ قولاً ہے یا عملاً تو ان سب سے اپنے اللہ کے حضور سچے دل سے توبہ کریں، توبہ کا مفہوم ہی یہ ہے کہ گناہ کے کاموں سے لوٹنا، گناہ کا

اعتراف اور آیندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ کے حضور خالص توبہ کرو کچھ بعید نہیں کہ تمھارا پروردگار تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔'' (التحریم:٨)

ہو سکے تو خوفِ الٰہی سے چند قطرے آنسوؤں کے بھی شامل کر لیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا۔'' [سنن الترمذی:١٦٣٣، صحیح]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا کرے گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے تنہائی میں اللہ یاد آئے اور اس کے آنسو جاری ہو جائیں۔'' (صحیح بخاری:٦٦٠، صحیح مسلم:١٠٣١)

حصولِ تقویٰ: گناہوں کو چھوڑنے اور نیکی کے کام کرنے پر طبیعت کا مائل ہونا اور اپنے گناہوں کے انجام سے ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا تقویٰ ہے اور ماہِ رمضان کا بڑا اور اہم مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے (اور اس کا مقصد یہ ہے) کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔'' [البقرۃ:١٨٣]

تقویٰ اختیار کرنے کے دنیاوی و اُخروی بہت زیادہ فوائد ہیں جس کا تذکرہ قرآن و سنت میں جا بجا ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

''جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔'' [الطلاق:٢، ٣]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو، اپنی پانچوں نمازیں ادا کرو، اپنے (رمضان

کے) مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حاکموں کی اطاعت کرو! تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' [سنن الترمذی:۶۱۶، حسن]

روزے کی حفاظت: روزے کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اگر ہم نے اس سلسلے میں سُستی وکوتاہی کا ثبوت دیا اور صحیح طریقے سے روزے کی حفاظت نہ کر سکے تو ہم اس کی فضیلتوں اور برکتوں سے محروم رہ سکتے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ (روزے کے اجروثواب کو ختم کرنے والے اعمال مثلاً) جھوٹ ، بہتان چغلی ،غیبت اور لڑائی جھگڑے سے بچا جائے ، خصوصاً زبان کی حفاظت کی جائے اور تقویٰ اختیار کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنھیں پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام (اللیل) کرنے والے ایسے ہیں جنھیں بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

[سنن ابن ماجہ:۱۶۹۰، سنن الدارمی:۲۷۲۲، اسنادہ حسن]

یعنی جو شخص بھی مذکورہ خرافات سے نہیں بچتا اس کا روزہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' [صحیح بخاری:۱۹۰۳]

قیام اللیل: اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مربوط کرنے کا اہم ذریعہ قیام اللیل ہے اور رمضان میں قیام اللیل فضیلت کے لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرتا ہے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [صحیح بخاری:۳۷]

یہاں ایک بات کا خیال رہے کہ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ''قیام رمضان اکیلے اور گھر میں کرنا زیادہ بہتر ہے، لہٰذا ہم گھر میں قیام کریں گے'' لیکن وہ بیچارے ساری رات بستر پر سوئے ہی گزار دیتے ہیں۔ (اِلا ماشاء اللہ)

اور بعض حضرات قیامِ رمضان باجماعت کو سنت سمجھنے سے ہی انکاری ہیں!۔

ایسے حضرات کی اصلاح کے لیے اس لمبی حدیث کا ایک حصہ پیش خدمت ہے جو

آپ ﷺ نے قیامِ رمضان کے بارے میں فرمایا تھا: ''یقیناً جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتا ہے تو بقیہ رات (بھی ثواب کے لحاظ سے) قیام ہی میں شمار کی جاتی ہے۔''

[سنن ابی داود: ۱۳۷۵، سنن الترمذی: ۸۰۶، سنن النسائی: ۱۳۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۷، وسندہ صحیح]

امید ہے کہ اس قدر قیام رمضان با جماعت کی فضیلت جان کر حیلوں اور بہانوں سے احتراز کیا جائے گا۔

تلاوتِ قرآن مجید کی کثرت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو، اس لیے کہ قیامت والے دن یہ اپنے (پڑھنے والے) ساتھیوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔'' [صحیح مسلم: ۸۰۴]

یہ حقیقت ہے کہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ماہ رمضان میں کیا ہوا عمل زیادہ افضل ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ رمضان میں تو خوب قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں اور دیگر مہینوں میں قرآن مجید چھونے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ (والعیاذ باللہ)

ذکرِ الٰہی سے زبان تر رکھنا: لغویات و فضولیات کو ترک کر کے ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رکھنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ [صحیح مسلم: ۳۷۳]

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے۔'' [سنن ابن ماجہ: ۳۷۹۳ وسندہ حسن]

صبح و شام کے اذکار کی بھی پابندی کرنی چاہیے جیسا کہ دیگر دلائل سے ثابت ہے۔

اعتکاف: رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنتِ نبوی ہے اور یہ تزکیۂ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ [صحیح بخاری: ۲۰۲۵، صحیح مسلم: ۱۱۷۱]

آخری عشرہ: اس عشرے میں اپنی تمام تر توانائی اس پہ خرچ کر دینی چاہیے کہ ہم سے ہمارا اللہ راضی ہو جائے اور ہماری کمیوں، کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرما دے اور نیکیوں کے

حصول میں اضافہ اور جذبۂ سبقت ہو۔ (رمضان میں) رسول اللہ ﷺ بھلائی میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ [صحیح بخاری:٦، صحیح مسلم:٢٣٠٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب (آخری) عشرہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت کے لیے) کمر کس لیتے۔ [صحیح بخاری:٢٠٢٤، صحیح مسلم:١١٧٤]

لیلۃ القدر: اسی عشرے میں لیلۃ القدر ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ وَمَآ اَدۡرٰكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ﴾ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ [القدر:١تا٣]

لہٰذا آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے، تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' [صحیح بخاری:٢٠٠٨، صحیح مسلم:٧٦٠]

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' [صحیح بخاری:٢٠٢٠]

ایک اہم بات: جو سلسلہ رمضان کی مبارک ساعتوں میں قائم کیا جائے وہ بقیہ گیارہ مہینوں میں بھی برقرار رہنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص رمضان میں قیام اللیل اور اشراق وغیرہ تک کی پابندی کرتا تھا وہ غیر رمضان میں فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھے اور پھر اسی معصیت و نافرمانی کی دلدل میں جا گرے جہاں پہلے پھنسا ہوا تھا اور مہینے بھر کے ''اعمالِ صالحہ'' کی کمائی اکارت کر دے۔ (والعیاذ باللہ)

اس لئے ضروری ہے کہ اس مبارک مہینے میں اپنا احتساب کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے صراطِ مستقیم کا انتخاب کر لیں اور اپنا ہر لمحہ ہر لحظہ قرآن و سنت کے مطابق گزار کر آخرت میں اللہ کے ہاں سرخرو ہو جائیں۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے دین کے لیے چن لے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ (آمین)

ماہِ رمضان کے فضائل و احکام ایک نظر میں

جونہی ماہِ رمضان کا آغاز ہوتا ہے: ((فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ)) جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ((غُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ)) دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ((سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ)) (سرکش) شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ [صحیح بخاری: ۱۸۹۸، ۱۸۹۹]

اور جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے اس مہینے (رمضان) کے روزے رکھے تو اس کے گزشتہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ [صحیح بخاری: ۱۹۰۱]

روزہ دار ہی وہ خوش قسمت ہے جس کے لئے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ''الریان'' نامی دروازہ مخصوص ہے۔ [صحیح بخاری: ۱۸۹۶]

اس کے برعکس ایسے آدمی کی ناک خاک آلودہ قرار دی گئی جس نے (اپنی زندگی میں) رمضان کا مہینہ پایا، لیکن بخشش سے محروم رہا۔ [سنن الترمذی: ۳۵۴۵ وسندہ حسن]

بڑے ہی نصیبے والا ہے وہ شخص جو ''ماہ رمضان'' کی تمام تر فضیلتیں کما حقہ اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ **اللهم اجعلنا منه**

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا: نبی ﷺ نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسی کو دیکھ کر روزہ افطار کرو اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی گنتی میں تیس دن پورے کر لو۔''

[صحیح بخاری: ۱۹۰۹، صحیح مسلم: ۱۰۸۱]

روزے کی نیت: اس میں کوئی شک نہیں کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، لیکن نیت دل کے قصد و ارادے کا نام ہے نہ کہ زبان سے خود ساختہ الفاظ کا ادا کرنا جیسا کہ ''وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ'' عوام میں مشہور ہے، حالانکہ یہ بے اصل ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سحری کے مسائل: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کا کھانا فرق (کرتا) ہے۔'' [صحیح مسلم: ۲۰۹۶]

مزید ارشاد فرمایا: ''سحری کھاؤ، کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔''

[صحیح بخاری: ۱۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۹۵]

سحری کب تک کھا سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو (تو اذان کی وجہ سے) اسے رکھ نہ دے بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔'' [سنن ابی داود: ۲۳۵۰ وسندہ حسن]

مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ سحری کے وقت کے تعین میں لکھتے ہیں:

''جب کوئی شخص اذان سنے اور اسے معلوم ہو کہ یہ اذان فجر ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کھانے پینے سے رک جائے۔ اگر مؤذن طلوع فجر سے قبل اذان دے رہا ہو تو پھر رک جانا واجب نہیں بلکہ کھانا پینا جائز ہے۔'' [فتاوی اسلامیہ ۲/۳۷۰ طبع دارالسلام]

مذکورہ بالا حدیث نبوی کا تعلق ایسے حضرات کے لئے ہے جو دیر سے بیدار ہوں جب کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ان متساہلین کے لئے ہے جو پیٹ بھر کے کھانے کے باوجود اذان ختم ہونے تک کھاتے رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حالتِ جنابت میں سحری کھانا: حالتِ جنابت میں سحری کھا کر بعد میں غسل کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱۱۰۹/۸۰)

تقاضائے روزہ: روزے کا تقاضا ہے کہ جھوٹ، بہتان، چغلی، غیبت، لڑائی، جھگڑے سے بچا جائے اور تقویٰ کو اپنایا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنہیں پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام (اللیل) کرنے والے ایسے ہیں جنہیں بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔'' [سنن الدارمی: ۲۷۲۲، إسنادہ حسن، طبع دارالمعرفہ]

یعنی جو مذکورہ خرافات سے نہیں بچتا اس کا روزہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا، نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے بھوکے

پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' [صحیح بخاری:۱۹۰۳]

جن کاموں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: مباحات روزہ، غسل کرنا، مسواک کرنا، بھول کر کھانا یا پینا، سینگی لگوانا، سرمہ لگانا، کنگھی کرنا اور تیل لگانا وغیرہ، دیکھئے صحیح بخاری کتاب الصوم۔

روزہ جلدی افطار کرنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ وہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔'' [صحیح بخاری:۱۹۵۷، صحیح مسلم:۱۰۹۸]

معلوم ہوا کہ وہ لوگ خطا پر ہیں جو قصداً روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں اور اسے احتیاط کا نام دیتے ہیں۔

افطاری کی دعا: ((ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰه.))

[سنن ابی داود:۲۳۵۷، اسنادہ حسن]

اس کے علاوہ جو دعا عوام میں مشہور ہے وہ سنداً صحیح نہیں ہے۔

قیام اللیل (تراویح): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرتا ہے، اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [صحیح بخاری:۳۷]

قیام اللیل، تہجد، تراویح ایک ہی نماز کے نام ہیں، لیکن عموماً رمضان کی رات کو کیا جانے والا قیام تراویح کے نام سے معروف ہے اور اس کی تعداد گیارہ رکعات [(۸+۳) ۲+۲+۲+۲+۲+۱] ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ [صحیح مسلم:۷۳۶]

ام المومنین رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ [صحیح بخاری:۲۰۱۳]

ایسے ہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری

رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔
[موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹ ، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶ وقال النیموی الحنفی ''اسنادہ صحیح'' آثار السنن (ص ۲۵۰)]

معلوم ہوا کہ تراویح کی تعداد گیارہ رکعات (۸+۳) ہی ہے۔اور واضح رہے کہ پورا ماہ رمضان امام کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنا مسنون اور افضل ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی (۸۰۶) جو حضرات اسے بدعت کہتے ہیں ان کا قول بے دلیل و مردود ہے۔

غیر اہل حدیث اور آٹھ تراویح: غیر اہل حدیث کے اکابر نے بھی آٹھ رکعات تراویح کو تسلیم کیا ہے۔خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں: ''اور سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعات تو بالاتفاق ہے، اگر خلاف ہے تو بارہ میں'' (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے اپنی کتاب علم الفقہ (ص ۱۹۸) میں آٹھ رکعات ہی کو مسنون قرار دیا ہے۔

روزہ اور اعتکاف کے اجماعی مسائل: اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا اس کا روزہ مکمل ہے۔

اجماع ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے۔

اجماع ہے کہ روزہ دار کو بے اختیار قے آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اجماع ہے کہ جو روزہ دار قصداً قے کرے اس کا روزہ باطل ہے۔

اجماع ہے کہ روزہ دار (اپنی) رال اور (اپنا) تھوک نگل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اجماع ہے کہ عورت کو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں اور درمیان میں ایام شروع ہو جائیں تو پاکی کے بعد پچھلے روزہ پر بنا کرے گی۔

اجماع ہے کہ ادھیڑ عمر، بوڑھے جو روزہ کی استطاعت نہیں رکھتے روزہ نہیں رکھیں گے (بلکہ فدیہ ادا کریں گے)

اجماع ہے کہ اعتکاف لوگوں پر فرض نہیں، ہاں اگر کوئی اپنے اوپر لازم کرلے تو اس پر واجب

ہے۔

اجماع ہے کہ اعتکاف مسجد حرام، مسجد رسول، اور بیت المقدس میں جائز ہے۔[1]

اجماع ہے کہ معتکف اعتکاف گاہ سے پیشاب، پاخانہ کے لئے باہر جا سکتا ہے۔

اجماع ہے کہ معتکف کے لئے مباشرت (بیوی سے بوس و کنار) ممنوع ہے۔

اجماع ہے کہ معتکف نے اپنی بیوی سے عمداً حقیقی مجامعت کر لی تو اس نے اعتکاف فاسد کر دیا۔ (الاجماع لابن المنذر ص ۴۷، ۴۸)

فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''**السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُوْدَ فَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَ لَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَ لَا يُبَاشِرَهَا وَ لَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ.**''

معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ مریض کی تیمارداری نہ کرے، جنازے میں شریک نہ ہو، عورت (بیوی) کو نہ چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی انتہائی ضروری کام (قضائے حاجت وغیرہ) کے علاوہ مسجد سے نہ نکلے...... (سنن ابی داود: ۲۴۷۳ وسندہ صحیح)

امام زہری نے سماع کی صراحت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے مسند الشامیین للطبرانی ۴/ ۱۲۸ ح ۲۹۱۰)

....

(۱) ان تینوں مساجد میں بالاتفاق اعتکاف جائز ہے، ان کے علاوہ دوسری مساجد میں اعتکاف اگرچہ اختلافی مسئلہ ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ تمام مساجد میں اعتکاف جائز ہے۔ امام اسحاق بن منصور الکوسج نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا: کن مساجد میں اعتکاف کرنا چاہیے؟ انھوں نے فرمایا: '' فِيْ كُلِّ مَسْجِدٍ تقام فِيْهِ الصَّلٰوة . '' ہر مسجد میں جہاں نماز باجماعت قائم ہے۔ (مسائل احمد واسحاق: ۱۴۷)

ہر جامع مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود (۲۴۷۳ وسندہ صحیح)

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اثبات عذاب القبر

باب۴: موت کے وقت، فرشتوں کا مومن کے لئے خوشخبری اور کافر کے لیے ڈراوا لے کر (آسمان سے) اترنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر ڈٹ گئے (تو) ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں): ڈرو نہیں، غم نہ کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' (حم السجدۃ:۳۰)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ﴾ ''اے مطمئن روح! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، میرے بندوں (کی جماعت) میں داخل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔'' (الفجر:۲۷۔۳۰)

اور فرمایا: ﴿وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ قَالَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ وَ لَمۡ یُوۡحَ اِلَیۡہِ شَیۡءٌ وَّ مَنۡ قَالَ سَاُنۡزِلُ مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوۡۤا اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَ کُنۡتُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہٖ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ﴾ ''اور اگر تو دیکھتا کہ ظلم کرنے والے موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے (کہہ رہے) ہیں اپنی جانوں کو نکالو، آج تمہیں رسوا کرنے والے عذاب کا بدلہ ملے گا کیونکہ تم اللہ پر ناحق باتیں کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔'' (الانعام:۹۳)

۳۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے

---

۳۱) صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ (ح ۲۸۷۲)

کر (اوپر) چڑھتے ہیں ۔حماد (بن زید، راوی) نے اس روح کی خوشبوؤں اور مشک و کستوری کا ذکر کیا۔آسمان والے کہتے ہیں: یہ پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر اور جس جسم میں تو رہتی تھی رحمتیں نازل فرمائے، پھر اسے اپنے رب کے پاس لے جایا جاتا ہے تو (رب) فرماتا ہے: اسے آخری وقت (یعنی قیامت) تک کے لیے واپس لے جاؤ۔ فرمایا: اگر کافر تھا (تو) جب اس کی روح نکلتی ہے۔حماد (بن زید) نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر کیا۔آسمان والے کہتے ہیں: یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، پھر کہا جاتا ہے: اسے آخری وقت (یعنی قیامت) تک کے لیے واپس لے جاؤ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناپسندیدگی کی وجہ سے اپنا کپڑا اپنی ناک پر رکھا۔اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۳۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ہی) روایت ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کی روح کو ریشم کے کپڑے میں قبض کرتے ہیں، پھر اسے آسمان کی طرف لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں: زمین سے پاک روح آئی ہے۔ پھر وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے: خوشبوؤں اور خوشیوں کی تجھے خوشخبری ہو۔ (تیرا) رب غضب میں نہیں ہے (یعنی تجھ سے بہت خوش ہے) پھر فرمایا: اسے قیامت تک کے لیے (زمین میں) واپس بھیج دو اور اگر کافر تھا تو اس کی روح گندے کپڑے میں قبض کرتے ہیں، پھر اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو (اس کی بدبو کی وجہ سے) فرشتے اپنی ناکوں کو پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں بری روح، زمین سے آئی ہے۔
پھر اسے لے کر چڑھتے ہیں تو کہا جاتا ہے: تجھے اللہ کے عذاب اور تیری رسوائی کی خوشخبری ہو، پھر کہا جاتا ہے کہ (اسے) قیامت تک کے لئے (واپس بھیج دو)

۳۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جب مرنے والے

---

۳۲) صحیح ، دیکھئے حدیث سابق:۳۱

۳۳) إسناده صحيح، أحمد ۲/ ۳٦٤، ۳٦٥ ، سنن ابن ماجه ، كتاب الزهد ، باب ذكر القبر والبلى ح ٤٢٦٨، اسے بوصیری وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

کی وفات کے وقت فرشتے آتے ہیں تو اگر نیک آدمی ہو تو وہ کہتے ہیں: اے پاک، اطمینان والی روح! (جسم سے) باہر نکل آ، تو پاک جسم میں تھی۔ نکل آ تو قابلِ تعریف ہے اور تجھے (جنت کی) خوشبوؤں اور خوشیوں کی خوشخبری ہو۔ تیرا رب ناراض نہیں ہے۔

اسے یہی کہا جاتا ہے حتی کہ وہ (جسم سے) نکل جاتی ہے، پھر وہ اسے لے کر آسمان تک چڑھ جاتے ہیں تو دروازہ کھلتا ہے اور کہا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ کہا جاتا ہے: فلاں کا بیٹا اور فلاں ہے، تو کہا جاتا ہے: پاک روح کو خوش آمدید ہو، پاک جسم میں تھی، داخل ہو جا تو قابل تعریف ہے، اور تجھے (جنت کی) کی خوشبوؤں اور خوشیوں کی خوشخبری ہو۔ تیرا رب ناراض نہیں ہے۔ اسے اسی طرح کہا جاتا ہے حتی کہ میرے خیال کے مطابق، اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں۔

اور اگر برا آدمی تھا تو اسے کہتے ہیں: نکل، اے بری روح! تو برے جسم میں تھی، نکل ذلیل و رسوا ہو کر، تجھے کھولتے پانی، زخموں کی پیپ اور قسما قسم کے عذابوں کی ''خوشخبری'' ہو۔ اسے اسی طرح کہا جاتا ہے حتی کہ وہ (جسم سے) نکل آتی ہے، پھر وہ اسے آسمان کی طرف لے کر جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے: یہ کون ہے؟

کہتے ہیں: فلاں کا بیٹا اور فلاں ہے۔ تو کہا جاتا ہے: خبیث روح کو خوش آمدید نہ ہو، وہ برے جسم میں تھی، ذلیل و رسوا ہو کر لوٹ جا۔ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے۔ پھر اسے زمین کی طرف بھیج دیا جاتا ہے، پھر اسے قبر کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔''

۳۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: نکل جاؤ (جسم سے) تو اللہ سے راضی وہ تجھ سے راضی، اللہ کی (پیدا کردہ) خوشبوؤں اور خوشیوں کی طرف، تیرا رب ناراض نہیں ہے۔ تو وہ (روح) اس طرح نکلتی ہے گویا مشک (کافور) کی سب سے بہترین خوشبو ہے حتی کہ وہ اسے ایک دوسرے سے لے کر سونگھتے ہیں۔ وہ اسے

---

۳۴) **ضعیف**، سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب ما یلقی به المؤمن من الکرامة عند خروج نفسه ح ۱۸۳٤، اس مفہوم کی صحیح حدیث کے لئے دیکھئے: صحیح مسلم: ۲۸۷۲

لے کر آسمان کے دروازے کے پاس آتے ہیں (تو دربان یا دوسرے فرشتے) کہتے ہیں: یہ زمین سے کتنی پاک خوشبو آئی ہے؟ جس آسمان پر وہ آتے ہیں اس آسمان والے یہی بات کہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے مومنوں کی روحوں کے پاس لے آتے ہیں تو وہ اتنے زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنا کوئی کسی غائب (اور گمشدہ) شخص کے (گھر) آجانے پر بھی خوش نہیں ہوتا، اور وہ اس سے پوچھتے ہیں: فلاں آدمی کا کیا حال ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: اسے چھوڑ و تا کہ آرام کرلے، کیونکہ بے شک وہ دنیا کے غموں میں (مجبور) تھا۔ پھر جب وہ ان سے کہتا ہے: (جس کا تم پوچھ رہے ہو کیا) وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ تو (کافی عرصہ پہلے) مر گیا تھا؟ تو وہ کہتے ہیں: وہ اپنے ٹھکانے جہنم کی طرف چلا گیا ہے، اور کافر کے پاس عذاب کے فرشتے، چیتھڑوں کا گندا کفن لے کر آتے ہیں، پھر کہتے ہیں: (باہر) نکلو، تو اپنے سے ناراض، رب تجھ سے ناراض، اللہ کے عذاب اور ناراضی کی طرف۔ پس وہ اس طرح نکلتی ہے گویا سڑی ہوئی لاش کی بو ہے۔ پھر اسے زمین کے دروازے کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ کتنی گندی بدبو ہے۔ وہ زمین کی طرف آتے ہوئے یہی کہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے کافروں کی روحوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔

پہلے جزء کا آخر ختم ہوا۔

۳۵) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو (شخص) اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔''

عائشہ (رضی اللہ عنہا) یا آپ کو بیویوں میں سے کسی نے کہا: ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ بات نہیں ہے، لیکن مؤمن کی جب موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کی رضامندی اور اچھے سلوک کی خوشخبری دی جاتی ہے، تو اسکے سامنے اس سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پس وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ کافر کی

---

۳۵) صحیح البخاري، الرقاق، باب من أحب لقاء اللّٰه أحب اللّٰه لقائه ح ٦٥٠٧، صحیح مسلم، الذکر والدعاء باب من أحب لقائه اللّٰه أحب لقاء ح ٢٦٨٣۔

موت کا جب وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور سزا کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے سامنے اس سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پس وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔'' اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

۳۶) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرے ہوئے لوگوں کو برا نہ کہو، کیونکہ بے شک انھوں نے آگے جو بھیجا ہے اس تک پہنچ گئے ہیں۔'' اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۳۷) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے غلام ہانی سے روایت ہے کہ: عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے (تو اتنا) روتے حتی کہ آپ کی داڑھی بھیگ جاتی۔ آپ سے کہا گیا: آپ جنت اور جہنم کو یاد کر کے اتنا نہیں روئے جتنا اس (قبر) سے روتے ہیں؟

انھوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر آدمی اس سے بچ گیا تو اس کے بعد بہت آسانی ہے۔ اور اگر اس میں بچ نہ سکا تو اس کے بعد بہت ہی برا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے جتنے منظر دیکھے ہیں اُن میں قبر (کا منظر) سب سے زیادہ ہولناک ہے۔''

۳۸) عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ میت کو دفن کیا جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اللہ سے اس کی ثابت قدمی کا سوال کرو، کیونکہ اب اس سے سوال و جواب ہونے والے ہیں۔''

---

۳۶) صحيح البخاري ، الجنائز باب ما ينهى من سب الأموات ، ح۱۳۹۳۔

۳۷) **إسناده حسن**، سنن الترمذي ، أبواب الزهد، باب ما جاء في فظاعة القبر وأنه أول منازل الآخرة ، ح۲۳۰۸ وقال : "حسن غريب" سنن ابن ماجه : ٤٢٦٧۔

۳۸) **إسناده حسن**، أبو داود، كتاب الجنائز ، باب الإستغفار عند القبر للميت فى وقت الانصراف ، ح ۳۲۲۱ ، صححه الحاكم (۱/ ۳۷۰) ووافقه الذهبي .

باب ۵: جنازہ جلدی لے جانے کا بیان، تاکہ اگر وہ نیک تھا تو اس نے جو نیک اعمال آگے بھیجے ہیں (انھیں جلدی حاصل کر لے)

۳۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنازے کو جلدی لے جاؤ، کیونکہ اگر وہ نیک تھا تو تم اسے خیر (اور بہتری) کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ (یعنی برا) تھا تو تم (جلدی) اپنی گردنوں سے برا بوجھ اتار رہے ہو۔'' اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

باب ٦: مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر دینا کہ (مرنے والا) معاینے کے بعد کلام کرتا ہے

۴۰) ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنازے کو (میت کو چارپائی پر) رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں (کندھوں) پر اٹھا لیتے ہیں، پھر اگر وہ نیک تھا تو کہتا ہے: مجھے جلدی لے جاؤ۔ اگر برا تھا تو کہتا ہے: ہائے خرابی کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی آواز کو انسان (اور جن) کے علاوہ (اردگرد کی) ہر چیز سنتی ہے اور اگر اسے انسان سُن لے تو بے ہوش ہو جائے۔'' اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب ۷: اس کی دلیل کہ میت کے جسم میں (برزخی طور پر) اس کی روح لوٹائی جاتی ہے، پھر مومن کو ثواب اور کافر کو عذاب ملتا ہے

اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ ﴾ ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انھیں مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ نے انھیں جو نعمتیں بخشی ہیں اُن پر وہ خوش ہیں اور ان لوگوں کو خوشخبری دینا چاہتے ہیں جو پیچھے رہ گئے ہیں اور (شہید ہو کر)

---

۳۹) صحيح البخاري، كتاب الجنائز باب السرعة بالجنازة، ح ۱۳۱۵، صحيح مسلم، الجنائز، باب الاسراع بالجنازة، ح ۹۴۴۔

۴۰) صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب كلام الميت على الجنازة، ح ۱۳۸۰۔

اُن سے مل نہیں سکے کہ انھیں نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم ہے (آل عمران: ۱۶۹۔۱۷۰) اور (اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝١٠ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝١١﴾ ''انھیں پکار کر کہا جائے گا: اللہ کی ناراضی و بیزاری (آج) تمھاری اپنے آپ پر ناراضی و بیزاری سے بڑھ کر تھی۔ جب (دنیا میں) تمھیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبارہ موت دی اور تو نے ہمیں دوبارہ زندہ کیا تو ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، پھر کیا (اس عذاب سے) نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (المؤمن: ۱۰۔۱۱) محمد بن کعب القرظی سے نقل کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا: یہ کافروں کا قول ہے۔ پس کافر کی پہلی موت دنیا میں اس کی زندگی کے بعد کفر پر موت ہے۔ اور دوسری (قیامت والی) موت ہے۔ اور دو زندگیوں سے مراد ایک زندگی موت کے بعد قبر والی ہے اور دوسری زندگی قیامت کے دن والی ہے۔

٤١) محمد بن کعب (القرظی) سے مروی ہے کہ کافر کا جسم زندہ اور دل مردہ ہوتا ہے اور یہ ہے اللہ کے فرمان: ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ ''کیا ایک ایسا شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا۔'' (انعام: ۱۲۲) کا مطلب ہے۔ (پھر کہا:) کیا پس جو کافر تھا تو ہم نے اسے ہدایت دے دی۔ پس کافر کی موت اور زندگی، اس کی مرنے کے بعد کی زندگی ہے جس میں نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے، پھر اس کی قیامت کے دن کی زندگی ہے۔

(امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:) اور دوسروں سے مروی ہے کہ دو موتوں میں سے ایک اس کی دنیا کی زندگی کے بعد والی موت اور دوسری موت اس وقت ہوگی جب صُور میں پہلی دفعہ پھونک ماری جائے گی۔ اور اس کی دو زندگیوں میں سے ایک زندگی موت کے بعد (قبر والی) ہے جس میں دو فرشتے سوال جواب کرتے ہیں اور اسے عذاب کا احساس ہوتا ہے اور

---

٤١) ضعیف، أبو معشر نجیح بن عبدالرحمن ضعیف (ناقابل اعتماد راوی) تھا۔ آخری عمر میں اس کا حافظہ (بھی) خراب ہوگیا تھا۔ دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ۔

دوسری زندگی قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے والی زندگی ہے۔

۴۲) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری آدمی کے جنازے کے لئے نکلے (جنازے سے فارغ ہوکر) ہم قبر تک پہنچ گئے۔ قبر کھودی جارہی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ (ہم ایسے چپ تھے کہ) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ (زمین کو) کرید رہے تھے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: دو عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ جب مؤمن آدمی دنیا سے خاتمے اور آخرت کی پہلی منزل پر ہوتا ہے (تو) آسمان سے اس کے پاس سفید چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (انکے چہرے چمک رہے ہوتے ہیں) گویا کہ سورج کی طرح ہیں۔ ان کے پاس جنت کی خوشبوئیں اور جنتی کفن ہوتے ہیں۔ (فرشتہ) اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتا ہے: اے نفس مطمئنہ! اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف نکل آ۔ اس کی روح اس طرح (آسانی سے) نکلتی ہے جس طرح (پانی کی) مشک سے (پانی کا) قطرہ بہہ جاتا ہے۔ پھر وہ اسے لیتا ہے۔ جب وہ اسے لے لیتا ہے تو وہ اس کے ہاتھ میں پلک جھپکنے تک بھی نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ وہ اس کو لے کر اس کفن اور خوشبو میں رکھتے ہیں، پھر اس سے بہترین مشک (کافور) کی خوشبو، جو کہ زمین پر پائی جاتی ہے نکلتی ہے۔ پھر وہ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں: یہ پاک خوشبو کون سی ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: فلاں کا بیٹا فلاں ہے وہ دنیا میں اس کے اچھے نام کے ساتھ پکارتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں۔ دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے، پھر ہر آسمان سے اس کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک لے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے ساتویں آسمان کے دروازے تک لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کی کتاب کو ساتویں آسمان میں علیین میں درج کرو۔ اور اسے زمین پر واپس لے جاؤ، بے شک میں نے انھیں اسی (زمین) سے پیدا کیا اور میں اسی میں انھیں لوٹاؤں گا اور اسے اس سے دوبارہ نکالوں گا۔ پھر اس کی روح (برزخی طور پر) اس

---

۴۲) صحیح، دیکھئے حدیث سابق: ۱۹

کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے تو دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، وہ کہتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ وہ کہتے ہیں: یہ آدمی کون ہے جو تمہارے درمیان بھیجا گیا؟ تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ﷺ وہ کہتے ہیں: تجھے اس کا علم کس طرح ہوا؟ تو وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو اس پر ایمان لے آیا اور تصدیق کی۔ پھر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے نیچے جنت کا بچھونا پھیلا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو۔ اور جنت کی طرف اس کے لئے دروازہ کھول دو تا کہ جنت کی بہترین ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آئیں اور اس کی قبر کو حدِ نظر تک (کھول کر) پھیلا دیا جاتا ہے۔

اور اس کے پاس خوبصورت چہرے اور پاک خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے: تجھے اس چیز کی خوشخبری ہو جو تجھے خوش کر دے گی۔ یہ ہے تیرا وہ دن جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسا ہے جیسے کوئی خیر (اور بہت اچھی خبر) لے کر آتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت کھڑی کر دے تا کہ میں اپنے گھر والوں اور (مال ومتاع) کے پاس لوٹ جاؤں۔ فرمایا: اور کافر جب دنیا سے اختتام اور آخرت کے شروع میں ہوتا ہے (تو) آسمان سے اُس کے پاس کالے چہروں والے فرشتے، ایک گندا کفن لے کر اترتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس سے تا حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ آ کر اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتا ہے: اے خبیث روح! اللہ کے غصے اور غضب کی طرف نکل آ۔ وہ (روح) اس کے جسم میں تڑپتی ہے تو وہ اسے نکالتے ہیں۔ اس کے ساتھ پٹھے اور رگیں بھی کھچی چلی آتی ہیں جس طرح کہ لوہے کی (گرم) سلاخ کو گیلی اون (میں) سے (رکھ کر) نکالا جاتا ہے۔ پھر وہ اسے لے کر اس گندے کپڑوں کے کفن میں رکھتے ہیں۔ فرمایا: وہ زمین پر جتنے مردار ہیں اُن سے زیادہ بدبودار حالت میں اس (کے جسم) سے نکلتی ہے۔ پھر وہ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کون سی خبیث روح ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: فلاں کا بیٹا

فلاں ہے۔ وہ اس کا وہ نام لیتے ہیں جو دنیا میں (اس کے نزدیک) انتہائی برا تھا۔ پھر اس کے لئے (آسمان کا) دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو (دروازہ) نہیں کھلتا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت: ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ ''ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔'' (الاعراف:۴۰) آخر تک پڑھی۔ فرمایا: تو اللہ کہتا ہے: اس کی کتاب کو ساتویں زمین کے نچلے حصے میں رکھ دو۔ اسے زمین پر لے جاؤ۔ میں نے یقیناً انھیں اسی سے پیدا کیا اور اس میں لوٹاؤں گا اور دوبارہ اسی سے زندہ کروں گا۔ پھر اس کی روح کو سختی سے پھینک دیا جاتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ ''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آسمان سے گرا، پھر اسے پرندوں نے اچک لیا، اور ہوا اسے دور دراز مقام پر گرا دیتی ہے۔'' (الحج:۳۱) پھر اس کی روح اس کے جسم میں (برزخی طور پر) لوٹائی جاتی ہے۔ فرمایا: پھر دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتہ نہیں، تو وہ اسے کہتے ہیں: یہ آدمی کون ہے جو تمہارے اندر بھیجا گیا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتہ نہیں۔ پھر آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے: اس نے جھوٹ کہا: اس کے نیچے آگ کا بچھونا بچھا دو، اور اسے آگ کا لباس پہنا دو اور (جہنم کی) آگ کی طرف اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ جہنم کی گرمی اور مسموم (زہریلی) ہوائیں اس کے پاس آتی ہیں۔ اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں دھنسنے لگتی ہیں اور ایک بدصورت اور بدبودار آدمی اس کے پاس آ کر کہتا ہے: تجھے اس بات کی ''خوشخبری'' ہو جو تجھے (انتہائی) بری لگے گی۔ یہ ہے تیرا وہ دن جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (تو وہ کہتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسے آدمی کا چہرہ ہے جو بری خبر لے کر آتا ہے) وہ کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت نہ کھڑی کرنا۔ اے میرے رب! قیامت کھڑی نہ کرنا۔''

وکیل ولی قاضی (حیدرآباد)

دورۂ سندھ کی چند یادیں

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

۲۴/مئی ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ صوبۂ سندھ کے تاریخی شہر حیدرآباد کی علمی فضا اس طرح معطر ہوئی کہ صبح تقریباً ساڑھے آٹھ (۸:۳۰) بجے محدث العصر امام الرجال سلفی منہج کے سچے امین شیخنا حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کے خاص الخاص جانشینوں نے ریلوے اسٹیشن پر اپنے قدم براجمان کئے۔ الحمدللہ کثیراً

ان شیوخ میں محترم حافظ شیر محمد، محترم جناب حافظ ندیم ظہیر، محترم شیخ نصیر احمد کاشف اور محترم شیخ ارشد کمال حفظہم اللہ شامل تھے جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱) محترم حافظ شیر محمد الاثری

آپ شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں بھی آپ رحمہ اللہ کے تمام اُمور کے جانشین تھے اور شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی شیخ رحمہ اللہ کے ادارے، مدرسے اور عظیم لائبریری کے جانشین ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ نے حیدرآباد میں قیام کے دوران میں ہمیں بتایا تھا کہ میں نے پہلے سوچا تھا کہ اپنی لائبریری (تمام کتب) کسی ادارے کے لئے وصیت کر جاؤں مگر اب شیر محمد کے بیٹے بڑے ہو گئے ہیں اور وہ علمی ذوق بھی رکھتے ہیں۔ ان شاء اللہ اب وہی اس لائبریری کو سنبھالیں گے۔ راقم کا تین مرتبہ شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حضرو جانا ہوا ہے جہاں راقم نے حافظ شیر محمد صاحب کو انتہائی مہمان نواز اور بے پناہ محبت کرنے والا پایا۔

۲) محترم حافظ ندیم ظہیر

آپ شیخ رحمہ اللہ کے حقیقی معنوں میں علمی وارث ہیں اور شیخ رحمہ اللہ کی روایات کے بنیادی راوی بھی ہیں، نیز شیخ رحمہ اللہ کا جتنا بھی کام ہے آپ کی نظر ثانی کے بعد ہی منصۂ شہود پر آیا ہے۔ راقم کو شیخ رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ میرا جو بھی علمی کام ہے وہ حافظ ندیم چیک کرتے

ہیں اور میں نے انہیں مکمل اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ جو چاہیں تبدیلی کریں۔ بقول حافظ شیر محمد صاحب کہ شیخ رحمہ اللہ کی کتابیں تو درکنار کوئی مضمون بھی ایسا نہیں ہوگا جو کہ حافظ ندیم ظہیر کی نظروں سے نہ گزرا ہو یعنی آپ شیخ رحمہ اللہ کے منہج کو سب سے بہتر جاننے اور سمجھنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے رُکے ہوئے کام خصوصاً مشکوٰۃ کی عظیم شرح اضواء المصابیح کو مکمل کرنے کا بیڑا ابھی موصوف ہی نے اُٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

نیز شیخ رحمہ اللہ کی عظیم الشان نشانی ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے مُدیر بھی ہیں۔

۳) محترم نصیر احمد کاشف

آپ شیخ رحمہ اللہ کے محقق ترین شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں اور آپ کی تحقیق و تخریج سے کئی کتب احادیث شائع ہو چکی ہیں جن میں معروف مکتبہ قدوسیہ کی تفسیر ابن کثیر شامل ہے اور حال ہی میں محترم نے حدیث کی مشہور کتاب مستدرک حاکم کی تخریج و تحقیق کا کام شروع کیا ہے جو کہ طالبا، علماء اور علم دوست عوام کے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

اللہ کی توفیق سے سب اہم ذمہ داری جو محترم کے حصے میں آئی ہے وہ شیخ رحمہ اللہ کی لائبریری ہے جہاں محترم کو کل وقتی طور پر تعینات کیا گیا ہے تاکہ جو کام علماء وطلباء دور دراز علاقوں سے آکر شیخ رحمہ اللہ سے لیا کرتے تھے اُسے آگے بڑھایا جا سکے۔ موصوف دِن بھر ٹیلیفون کالز کے ذریعے سے بھی لوگوں کے مسائل کے حل اور احادیث کے حوالوں و تحقیق کے لئے دستیاب ہیں۔ الحمدللہ

۴) محترم محمد ارشد کمال

آپ مصنف کتب کثیرہ ہیں جن میں ''اسلامی مہینے اور اُن کا تعارف اور عذاب قبر: قرآن مجید کی روشنی میں'' نمایاں ہیں۔ آپ کا بھی شیخ رحمہ اللہ سے قریبی تعلق رہا ہے اور تقریباً ڈھائی سال قبل جب شیخ رحمہ اللہ حیدرآباد تشریف لائے تو موصوف کراچی سے شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ حیدرآباد میں شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہی قیام کیا اور اندرون سندھ کے دورے پر بھی شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ تھے۔ موصوف کا عظیم کام جو

عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے وہ قرآن کریم کا اُردو ترجمہ ہے جو کہ اپنی نوعیت کا خاص ترجمہ ہوگا جس پر دیگر یعنی بریلوی و دیوبندی علماء کی تصدیقات بھی ہیں۔

☆☆☆

الغرض چاروں شیوخ کو لے کر ہم محترم خالد انصاری صاحب کے مہمان خانے پہنچے جہاں تازہ دم ہونے کے بعد ناشتہ کیا، پھر تقریباً دوپہر ۱۲ بجے محترم خالد انصاری صاحب کے چھوٹے بھائی زاہد انصاری عرف راشد انصاری صاحب کی آٹو میٹک کار میں (جو کہ تمام پروگراموں کے لیے انہوں نے ہمارے حوالے کر دی تھی) محسن سندھ، محدث دیار سندھ، عظیم مبلغ، شیخ العرب والعجم، شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے انتہائی قابل احترام استاد سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے علاقے نیوسعید آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ تمام سفر میں کار کی ڈرائیونگ محترم مہمان شیخ حافظ شیر محمد حفظہ اللہ نے خود کی تقریباً ڈیڑھ پونے دو بجے دوپہر کو ہم نیوسعید آباد پہنچے جہاں مسجد الفردوس اہل حدیث کے باہر خادم العلم والعلماء محترم نُصرت شاہ صاحب (شیخ العرب والعجم شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پوتے) اور محترم پروفیسر جُمن کنبھر (نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث سندھ) حفظہم اللہ نے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ پُر تپاک استقبال کیا اور سندھ کی مہمان نوازی کی شان بڑھائی۔ ظہر کی نماز ہم نے حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی اقتدا میں ادا کی، اُس کے بعد شیخ العرب والعجم رحمہ اللہ کی تاریخی لائبریری کا دورہ کیا جہاں پر ہمارے دوست نوجوان محقق شیخ عبدالرزاق دل اور محمد ہاشم قنبرانی (خطیب و امام مدینہ مسجد اہل حدیث نیوسعید آباد) حفظہم اللہ و دیگر سے پُر خلوص ملاقات ہوئی۔ لائبریری کے دورے کے دوران میں مہمان شیوخ نے کئی علمی حوالاجات نوٹ کیے اور لائبریری کے رجسٹر میں اپنے تاثرات نقل کیے۔ یہاں سے فراغت کے بعد لائبریری کی پُرانی عمارت میں گئے جہاں خادم العلماء محترم سید نصرت شاہ صاحب کی طرف سے پُر تکلف ضیافت کا اہتمام تھا۔ اسی دوران میں ہمارے بہت ہی پیارے دوست نوجوان خطیب و محقق حافظ شبیر احمد جمالی بھی تشریف لا چکے تھے۔ دوپہر کے کھانے سے

فارغ ہونے کے بعد ہمارا ارادہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی لائبریری جانے کا تھا مگر محترم پروفیسر جمن کنبھر صاحب نے ہمیں بتایا کہ محترم سید انور شاہ راشدی حفظہ اللہ وغیرہ کسی ضروری کام سے دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں بنا پر ہم وہاں نہ جاسکے۔ نیوسعید آباد سے میزبان ساتھیوں نے نیک تمناؤں و پُرخلوص دُعاؤں کے ساتھ رُخصت کیا۔ پھر ہم لوگ محترم پروفیسر جُمن کنُبھر و محترم حافظ شبیر جمالی حفظہم اللہ کی معیت میں نیوسعید آباد سے براستہ بکھر جمالی محترم پروفیسر جمن کنُبھر حفظہ اللہ کے گاؤں ''باگو جمالی'' پہنچے۔ جہاں نماز عصر کی امامت محترم حافظ ندیم ظہیؔر حفظہ اللہ نے کی۔ نماز عصر میں مقامی نمازی کثیر تعداد میں پہنچے ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر شیخ العرب والعجم رحمہ اللہ کے لئے دل سے دُعائیں نکلیں کیونکہ یہ سب بہاریں اللہ ربّ العزت کی توفیق سے شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی کی محنت وکاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ اللہ انہیں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور ان کی قبر کونُور سے بھردے۔ (آمین) اب محترم پروفیسر جمن صاحب اس کی آبیاری میں مصروف ہیں۔ جزاہ اللہ

نماز عصر کے بعد محترم حافظ ندیم ظہیؔر حفظہ اللہ نے ''**الحب للّٰہ و البغض للّٰہ**'' کے موضوع پر مختصر درس اِرشاد فرمایا جس کے بعد تمام نمازی ساتھی اتنی محبت سے بغلگیر ہوئے کہ اُنہیں بھلائے نہیں بھولا جاسکتا۔ ساتھیوں سے ملاقات کے بعد شعبۂ حفظ کے مقامی طلبا سے ملاقات ہوئی، اس دوران میں شعبۂ حفظ کے اُستاد قاری قمر حفظہ اللہ نے بتایا کہ جتنے بھی طلبا ہیں وہ ہر موسم میں روزانہ نماز فجر سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ہی مسجد میں آجاتے ہیں اور اپنا سبق وغیرہ یاد کرتے ہیں۔ ایسا ماحول راقم نے اس کے علاوہ نہ دیکھا نہ سُنا، لہٰذا ان کی ثابت قدمی کے لئے دُعا کی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اُن دونوں بزرگوں کی قیادت میں قافلہ حافظ شبیر احمد جمالی حفظہ اللہ کے گاؤں وسایو جمالی کی طرف بڑھا۔ اندرون سندھ کے کچے اور ناہموار راستوں سے گزرتے ہوئے تقریباً نماز مغرب سے کچھ دیر پہلے ہم لوگ ''وسایو جمالی'' پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد مقامی ساتھیوں کے لئے شیوخ کے دُروس کا انتظام کیا گیا تھا جس میں محترم شیخ ارشد کمال اور شیخ حافظ ندیم ظہیؔر حفظہما اللہ نے مختصر مگر

بہترین علمی خطابات کیے، جس کے فوراً بعد عشاء کی اذان ہوئی اور نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد رات کا کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد مہمان شیوخ خصوصاً محترم شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ سے مقامی ساتھیوں کی رات گئے تک مختلف مسائل پر مبنی گفتگو اور بحث و مباحثہ کی نشست لگی جس میں مقامی ساتھیوں خصوصاً ہمارے ساتھ آئے ہوئے محترم پروفیسر جُمن کُنبھر حفظہ اللہ کا جذبہ قابل دید تھا جو کہ محققانہ طبیعت کے حامل اور شیخ رحمہ اللہ کے منہج اور اُن کی تحقیق سے از حد متاثر نظر آئے۔ الحمدللہ

رات کو مختصر آرام کے بعد نماز فجر ادا کی اور اس کے متصل بعد ساتھیوں سے اجازت لے کر واپس حیدر آباد شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً ۹ بجے صبح حیدر آباد شہر کے پُر فضا مقام ''کوہسار'' پہنچے جہاں محترم خالد انصاری حفظہ اللہ ہمارے منتظر تھے۔ کچھ دیر سستانے کے بعد نماز ظہر کا وقت ہوا۔ نماز ظہر کوہسار میں واقع جامع مسجد الرزاق اہل حدیث میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد مقامی ساتھیوں سے مسنون ذکر و اذکار کے موضوع پر شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے خطاب کیا۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام خالد انصاری حفظہ اللہ نے اپنے گھر پر کیا ہوا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مہمان شیوخ کے لئے مختصر تفریح کا پروگرام تشکیل دیا گیا جس کے تحت مہمانوں کو حیدر آباد کے مشہور تاریخی مقام جامشور لے جایا گیا جو دریائے سندھ پر واقع ہے۔

انتہائی مختصر سی سیر کے بعد جامشور سے حیدر آباد شہر کے مشہور علاقے پریٹ آباد پہنچے جہاں جامع محمدی مسجد اہل حدیث میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا، نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد شیخ ارشد کمال اور شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہما اللہ نے خطابات کیے۔ مہمان شیوخ کو سننے اور ان کی زیارت کے لیے دور دراز علاقوں سے حتیٰ کہ اندرون سندھ سے بھی لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ الحمدللہ

انتہائی گرمی اور بجلی کی بندش کے باوجود مقررین خصوصاً حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے اپنے خطاب سے ایسا سماں باندھا کہ لوگ گرمی کی شدت کو بھول گئے۔ مقررہ وقت پر پروگرام ختم کرنے کے بعد ہم لوگ راقم کے ماموں قاضی فرید احمد کے گھر پہنچے جہاں ماموں نے

شیوخ کی خدمت کے لیے ازراہِ محبت خود اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد واپس مہمان خانے پہنچے، جہاں شیوخ نے رات کو آرام کیا۔ بروز پیر صبح تقریباً ساڑھے نو بجے جمعیت اہل حدیث حیدر آباد کے مرکزی مدرسے ''تعلیم القرآن و الحدیث'' واقع گھمن آباد پہنچے جہاں تقریباً دو، اڑھائی گھنٹے تک مدرسہ کے اساتذہ وطلباء سے سوال وجواب کی بہترین علمی نشست لگی (یہ وہی مدرسہ ہے جہاں پچھلے سال شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے دورۂ حدیث کروایا تھا) سوالات کی نشست میں تقریباً ہر طرح کے سوالات ہوئے جن میں سے چند اہم سوالات مع جواب درج ذیل ہیں:

سوال: علامہ البانی اور شیخ زبیر علیزئی رحمہما اللہ کے درمیان کسی حدیث کے حکم میں اختلاف کی صورت میں ہم کہاں جائیں؟

جواب: اس کے جواب میں شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے کہا کہ آپ اچھی طرح سے چھان بین کر کے دونوں شیوخ کے دلائل کا جائزہ لیں جس کی دلیل مضبوط ہو اُسی کو اختیار کر لیں۔

سوال: آج کل یہ بات مشہور کی جارہی ہے کہ ثقہ راوی کے بارے میں یہ امکان ہے کہ وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے اور اسی طرح کذاب راوی سے سچ بولنے کا امکان بھی ہے۔ مثلاً شیطان نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیۃ الکرسی بتائی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تھا جھوٹا لیکن بات سچی کر گیا۔

جواب: شیخ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح کی بات اور استدلال انتہائی قابل مذمت اور مردود ہے۔ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو یہ اصول حدیث کی بیخ کنی کے مترادف ہے، کیونکہ اصول حدیث کی بنیاد احتمال وامکان پر نہیں بلکہ یقین وثبوت پر ہے، لہٰذا اس پروپیگنڈے میں نہ آئیں جب کسی راوی کی توثیق محدثین سے ثابت ہو جائے تو پھر اُس کی بات پر بھروسا کیا جائے گا اور اسی طرح کسی راوی کا جھوٹا ہونا محدثین سے ثابت ہو جائے تو وہ جھوٹا ہی ہوگا اور اُس کی بات کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو مثال آپ نے پیش کی ہے اُس میں تو اُصول حدیث کا دفاع ہو رہا ہے اُس کی تائید ہو رہی ہے،

کیونکہ اُس جھوٹے کی صحیح بات کی تصدیق خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے، یعنی اُصول حدیث میں اگر کسی ضعیف راوی کی روایت کی تصدیق کسی صحیح روایت سے ہو جائے تو وہ بھی مقبول ہو جاتی ہے، وگرنہ ضعیف ہی رہتی ہے، لہٰذا اس بارے میں جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے وہ مردود اور باطل ہے۔ الحمدللہ

سوال: عاصم بن کلیب رحمہ اللہ کی منفرد روایت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے جواباً کہا کہ اس بارے میں محدثین بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور کئی حوالے مَیں ثبوت کے طور پر پیش کر سکتا ہوں، مثلاً حافظ ابن الملقن، امام حاکم، امام ذہبی، علامہ مغلطائی اور علامہ البانی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جو راوی ثقہ ہے اُس کی منفرد روایت بھی حجت ہوگی۔ رہا مسئلہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کے قول کا تو وہ ابھی تک باسند صحیح ہمیں کسی کتاب میں نہیں ملا صرف اُس کو ابن الجوزی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور وہ بھی بلا سند، لہٰذا جب اس قول کی کوئی سند ملے گی تب دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ

الغرض اساتذہ اور طلباء سے شیخ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی علمی نشست انتہائی مفید رہی اور تقریباً تمام لوگ مطمئن دکھائی دیے۔

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے اپنی طرف سے تمام اساتذہ اور آخری کلاس کے طلباء کو محدث العصر رحمہ اللہ کی مایہ ناز تالیف ''تحفة الاقويا فی تحقيق كتاب الضعفاء'' تحفتاً پیش کی۔ مدرسہ گھمن آباد سے فراغت کے بعد ہم لوگ حیدر آباد کے علاقے قاسم آباد پہنچے جہاں مسجد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں ظہر کی نماز ادا کی۔ اُس کے بعد محترم دوست امین خان صاحب کی دعوت پر دوپہر کے کھانے کے لئے ہوٹل ''رائل تاج'' پہنچے۔ کھانے کے بعد محترم دوست امین خان سے اجازت طلب کر کے واپس مہمان خانے پہنچ گئے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد حیدر آباد ہی کے علاقے ''لطیف آباد نمبر ۶'' میں واقع محمدی مسجد اہل حدیث میں جمعیت اہل حدیث حیدر آباد کی جانب سے سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس منعقد کی گئی تھی جہاں پر بالترتیب شیخ ارشد کمال اور شیخ ندیم ظہیر حفظہما اللہ کے علمی خطابات

ہوئے، بعدازخطاب شیخ حافظ شیر محمد حفظہ اللہ نے دُعا کروائی۔ پروگرام کے آخر میں جمعیت اہل حدیث حیدرآباد کی جانب سے مہمان شیوخ کا شکریہ ادا کیا گیا۔ پروگرام کے بعدرات کے کھانے کے لئے حیدرآباد ''ہالہ ناکہ'' پرواقع قدیم اور معروف ''سلاطین ریسٹورنٹ'' تشریف لے گئے جہاں جمعیت اہل حدیث حیدرآباد کے امیر ڈاکٹر عبدالرقیب صاحب حفظہ اللہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔رات دیر گئے مختصر آرام کا موقع ملا، اگلی صبح بروز منگل خالد انصاری حفظہ اللہ کے مہمان خانے میں شیوخ سے ملاقات کے لئے علمائے کرام تشریف لائے جن میں محترم حافظ ایوب صابر، مولانا حزب اللہ بلوچ، مولانا اصغر سمیجو، مولانا عبدالرحمٰن اثری اور حافظ محسن انصاری وغیرہ شامل تھے۔کراچی شہر سے محترم شیخ یونس اثری اور شیخ حبیب الرحمٰن غالب حفظہما اللہ خصوصی طور پر ملاقات کے لئے تشریف لائے، یہ اُن کی علماء سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اللہ اُن کی ملاقات کو شرف قبولیت بخشے۔آمین

حافظ ایوب صابر حفظہ اللہ نے کہا کہ شیخ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کی وفات سے بہت بڑا نقصان ہوا ہے لیکن قدر اللہ ماشاء، آپ رحمہ اللہ کی تحریروں اور سوالوں کے جوابات سے بے حد اطمینان ہوتا اور خیرالقرون کی یادیں تازہ ہوتیں ہیں، اسماء الرجال کے حوالے سے علماء ہمیشہ آپ ہی سے رابطہ کرتے تھے۔اگر کوئی حدیث نہیں ملی تو آپ سے رابطہ کرنے پر آپ فوراً بتا دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ہمت دے اور اس کام کو آگے بڑھانے کی توفیق دے۔آمین

اسی طرح حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کا نام استعمال کرتا ہے مگر اس کے بارے میں کچھ خاص معلوم نہیں کہ اُس کا منہج کیسا ہے؟

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے بتایا کہ اُس شخص کی شیخ رحمہ اللہ سے تقریباً تین ملاقاتیں ہوئی تھیں اور وہ غیر اہل حدیث تھا۔ شیخ رحمہ اللہ نے اُسے اچھا خاص وقت دیا اور سمجھا کر مطمئن کیا جس پر وہ اپنے سابقہ مسلک سے تائب ہوگیا مگر آج کل وہ نہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتا ہے اور نہ ہی اہل حدیث لکھتا ہے۔لہٰذا اس بارے میں شیخ رحمہ اللہ کا قول ہے

کہ جو بھی اپنے آپ کو اہل حدیث نہیں کہلواتا تو سمجھ لو کہ دال میں کچھ کالا ہے اور وہ شخص یعنی اہل حدیث نہ کہلوانے اور نہ لکھنے والا مشکوک ہے۔

(مذکورہ بالا دونوں باتیں راقم کو شیخ اصغر سمیجو حفظہ اللہ نے بتائی ہیں)

کراچی سے آئے ہوئے شیخ حبیب الرحمٰن غالب حفظہ اللہ نے شیخ ندیم ظہیر حفظہ اللہ سے متنازعہ یعنی ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ کی حجیت وعدم حجیت کے بارے میں سوال کیا تو شیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے مختصر مگر جامع جواب دیا کہ ضعیف + ضعیف کے حسن ہونے کی دلیل متقدمین محدثین سے کہیں بھی نہیں ملتی۔

دوپہر کے کھانے کا انتظام ماہنامہ دعوت اہل حدیث کے منیجر جناب اخلاق احمد حفظہ اللہ کے گھر پر تھا جہاں اخلاق صاحب نے مہمان شیوخ کے لئے بہترین ضیافت کا اہتمام کیا ہوا تھا، کھانے کے دوران میں بھی مہمان شیوخ اور کراچی سے آئے ہوئے علماء کرام کے درمیان مفید علمی گفتگو کا تبادلہ ہوا۔ کھانے سے فراغت کے بعد کراچی کے مہمان علماء نیک تمناؤں کے ساتھ رُخصت ہوئے اور شیوخ نے بھی مہمان خانے پہنچ کر اپنی واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ شام چھ بجے کی ٹرین سے شیوخ کو واپس جانا تھا، لہٰذا ہم تقریباً ساڑھے پانچ بجے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے جہاں شیوخ کو رُخصت کرنے کے لئے راقم الحروف کے علاوہ محترم دوست رئیس انصاری، اخلاق احمد، راشد انصاری اور ادریس بن وکیل ولی حفظہم اللہ موجود تھے۔ ٹرین تقریباً سوا گھنٹہ تاخیر سے آئی اور کچھ دیر قیام کے بعد تقریباً ساڑھے سات بجے رات اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوگئی۔ اس طرح بروز منگل بتاریخ ۲۷/ مئی ۲۰۱۴ء یادگار علمی سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ شیوخ کی آمد کو شرف قبولیت بخشے اور ان کو اپنی خاص رحمتوں میں داخل کرے اور فروغِ دین ودفاعِ دین کے لئے زیادہ سے زیادہ خدمت ومحنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اُن تمام ساتھیوں پر تمام جہانوں میں اپنی خاص رحمتیں اور فضل نازل فرمائے جنھوں نے اس دورے میں معاونت کی۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ   ترجمہ: حافظ ندیم ظہیر

سنت کے سائے میں

اللہ کی راہ میں جہاد اور شہادت کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((**تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي، وَإِيمَانًا بِي، وَتَصْدِيقًا بِرُسُلِي، فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ، نَائِلًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ، لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ مِسْكٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَبَدًا، وَلَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ، وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ** .))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن ہو جاتا ہے جو اس کی راہ میں نکلے۔ وہ صرف میری راہ میں جہاد کے لیے، مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے نکلتا ہے تو اس سے متعلق میری ذمہ داری ہے کہ میں اسے (شہادت سے نواز کر) جنت میں داخل کروں یا اسے اجر و ثواب اور غنیمت سے نواز کر اس کے گھر واپس پہنچا دوں جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اللہ کی راہ میں جو زخم لگے گا روزِ قیامت وہ اسی حالت میں آئے گا جس حالت میں وہ زخم لگا تھا۔ اس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ)

کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی بھی فی سبیل اللہ جہادی دستے اور لشکر سے پیچھے نہ رہتا، لیکن میرے لیے سب لوگوں کو سواری مہیا کرنا ممکن نہیں اور نہ وہ خود اس بات کی گنجائش پاتے ہیں۔ مجھ سے پیچھے رہ جانا مسلمانوں پر دشوار ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں تو قتل کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں تو قتل کیا جاؤں۔" (صحیح مسلم، کتاب الإمارة باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، حدیث: ۱۸۷۶)

فقہ الحدیث:

۱: ((تضمن الله)) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کے لیے جنت واجب کردی ہے جو اس کی راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تم اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

(۹/ التوبة: ۱۱۱)

۲: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور کتاب و سنت کی تصدیق جہاد کی شرائط میں سے ہیں۔ جہاد (فی سبیل اللہ) وہی قرار پائے گا جو عقیدہ صحیحہ کے ساتھ اس کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھ کر کیا جائے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی عمل مقبول ہے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو، نیت

درست ہو اور اس میں ریا کاری نہ ہو۔

۴: شہید اپنی شہادت کے فوراً بعد جنت میں داخل ہو جاتا ہے، جیسا کہ دیگر دلائل سے واضح ہے اور یہ مجاہدین کے لیے فضل عظیم ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ وہ بغیر حساب اور عذاب و مواخذہ کے بغیر جنت میں جائیں گے، اِلا یہ کہ ان پر حقوق العباد میں سے کچھ ہو ،مثلاً قرض وغیرہ۔

۵: مجاہد (ہر دو صورت میں) کامیاب ہے یہ کہ (شہید ہو کر) جنت میں داخل ہو گا یا اجرِ کثیر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹ آئے گا۔

٦: علامہ نووی نے کہا: اس حدیث میں دلیل ہے کہ شہید سے غسل یا کسی اور چیز کے ذریعے سے خون زائل نہیں کرنا چاہیے۔

۷: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کے ساتھ قسم کھانا جائز ہے۔

۸: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں پر کمال محبت و شفقت اور رأفت کی دلیل ہے۔

۹: مسلمانوں کے لیے نرمی و مصلحت کے پیش نظر بعض افضل و مباح کو ترک کرنا جائز ہے، البتہ تعارض کی صورت میں دونوں میں سے زیادہ اہم کو ترجیح حاصل ہو گی۔

۱۰: شہادت اور خیر کی تمنا کا جواز ہے۔

۱۱: جہاد کی کئی اقسام ہیں اور ان ہی میں سے ”قتال فی سبیل اللہ“ ہے اور یہ فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں ہے۔

چلنے پھرنے کے آداب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا.**)) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے، دونوں کو پہن لے یا دونوں کو اُتار دے۔“ (صحيح البخاري: ٥٨٥٥)

حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۲۰)

۲۳۷) وَعَنْ أَبِي مَحْذُوْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَ الإِقَامَةَ وَسَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .اور ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے انھیں اذان کے انیس (۱۹) کلمے اور اقامت کے سترہ (۱۷) کلمے سکھائے۔

اسے ترمذی (۱۹۲، وقال: حسن صحیح) نسائی (۶۳۱) اور دارمی (۱۲۰۰[۱۲۳۳]) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: **یہ حدیث صحیح ہے** جو رقم: ۲۲۷ پر بحوالہ صحیح مسلم (۳۷۹) وغیرہ گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ترجیع والی اذان اور دہری اقامت ہے جس کے اہل حدیث قائل و فاعل ہیں۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۲۲۸ کا حاشیہ) لہٰذا یہ روایت نیموی صاحب اور ان جیسے لوگوں کے لئے مفید نہیں، کیونکہ ایک ہی حدیث کا آدھا ٹکڑا بطورِ حجت لے لینا اور دوسرے ٹکڑے کو بغیر کسی دلیل کے رد کر دینا ان لوگوں کا کام ہے جو اندھی تقلید کے اندھیروں میں سرگرداں اور مغضوب علیہم کے نقوشِ قدم پر اندھا دھند رواں دواں ہیں۔

۲۳۸) وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَ الْإِقَامَةَ وَسَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً ، الأَذَانُ: ((**اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ**))فَذَكَرَهُ بِالتَّرْجِيْعِ مُفَسِّرًا قَالَ وَ الْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: ((**اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ**

أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.)) رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور انھی (سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس (۱۹) کلمے اور اقامت کے سترہ (۱۷) کلمے سکھائے، اذان یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر انھوں نے تفصیل کے ساتھ ترجیع والی اذان بیان کی، اور اقامت کے سترہ کلمے یہ ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔

اسے ابن ماجہ (۷۰۸۔۷۰۹) اور ابوداود (۵۰۲) نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

انوارالسنن: **یہ حدیث صحیح ہے** اور رقم: ۲۲۶ کے تحت گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی ترجیع والی اذان کا اثبات ہے جس کے نیموی وغیرہ مخالف ہیں، لہٰذا اس حدیث سے آلِ تقلید کا استدلال غلط اور اہل حدیث کا استدلال صحیح ہے۔ بعض کتاب کا ماننا اور بعض کا رد کر دینا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں خسران کا باعث ہے۔

۲۳۹) وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَحْذُوْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنَى مَثْنَى وَ يُقِيْمُ مَثْنَى مَثْنَى . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور عبدالعزیز بن رفیع (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو دو دو دفعہ اذان اور دو دو دفعہ اقامت کہتے ہوئے سنا ہے۔

اسے طحاوی (۱/۱۳۶) نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

انوارالسنن: **اس کی سند ضعیف ہے۔**

اس کے ضعیف ہونے کی دو دلیلیں ہیں، ایک تحقیقی اور دوسری الزامی:

اول: شریک بن عبداللہ القاضی رحمہ اللہ حسن الحدیث قبل الاختلاط ہونے کے باوجود مدلس بھی تھے۔ (کما تقدم: ۳۲) اور یہ روایت عن سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔

دوم: نیموی صاحب نے بذاتِ خود قاضی شریک کو لیس بالقوی کہا ہے۔

دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۳۱ تحت ح ۳۲)

نیموی صاحب نے مزید کہا: '' وھو لین الحدیث'' اور وہ حدیث میں ضعیف ہیں۔

(التعلیق الحسن ص ۳۱ تحت ح ۳۲)

اس ضعیف ومردود روایت کے مقابلے میں امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا:

'' نَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِيْ مَحْذُوْرَةَ أَنَّ أَذَانَهُ كَانَ مَثْنٰى وَ أَنَّ إِقَامَتَهُ كَانَتْ وَاحِدَةً '' ہمیں جریر (بن عبدالحمید الضبی) نے حدیث بیان کی وہ عبدالعزیز بن رفیع سے وہ ابومحذورہ (رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی اذان دہری اور اقامت اکہری تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۰۵ ح ۲۱۲۶ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ قاضی شریک کی معنعن روایت منکر بھی ہے جس سے نیموی صاحب استدلال کیے بیٹھے ہیں۔

یاد رہے کہ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ترجیع اور بغیر ترجیع دونوں طرح اذان کہتے تھے۔ آپ ترجیع والی اذان میں دہری اقامت اور بغیر ترجیع والی اذان میں اکہری اقامت کہتے تھے۔ اور یہی صحیح تطبیق ہے جس کی طرف شیخ الاسلام امام ابن خزیمہ نے صراحت کی ہے۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۱۹۴ قبل ح ۳۷۷)

۲۴۰) وَعَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُثَنِّي وَيُثَنِّي الإِقَامَةَ وَ كَانَ يَبْدَأُ بِالتَّكْبِيْرِ وَ يَخْتِمُ بِالتَّكْبِيرِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَاقِ وَ الطَّحَاوِيُّ وَ الدَّارَقُطنِيُّ وَ كَانَ يَبْدَأُ بِالتَّكْبِيرِ وَ يَخْتِمُ بِالتَّكْبِيرِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَاقِ وَ الطَّحَاوِيُّ وَ الدَّارْقُطنِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

اور اسود بن یزید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ بے شک بلال رضی اللہ عنہ دہری اذان اور دہری اقامت کہتے تھے اور وہ تکبیر کے ساتھ شروع کرتے، تکبیر کے ساتھ ختم کرتے تھے۔

اسے عبدالرزاق (۱/ ۴۶۲ ح ۱۷۹۰) طحاوی (۱/ ۱۳۴) اور دارقطنی (۱/ ۲۴۲ ح ۹۲۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس موقوف روایت کے ضعیف ہونے کی تین بڑی وجہیں ہیں:

اول: حماد بن ابی سلیمان آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

دیکھئے طبقات ابن سعد (۶/ ۳۲۵) اور معجم المختلطین (۷۸۔۷۹)

یہ روایت ان سے معمر بن راشد نے بیان کی ہے۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: " **وَلَمْ يُقْبَلْ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادٍ إِلَّا مَا رَوَاهُ عَنْهُ الْقُدَمَاءُ، شُعْبَةُ وَ سُفْيَانُ الثُّورِيُّ وَالدَّسْتَوَائِيُّ ، وَ مَنْ عَدَا هَؤُلَاءِ رَوَوْا عَنْهُ بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ .** "اور حماد (بن ابی سلیمان) کی کوئی روایت مقبول (صحیح وحسن) نہیں سوائے اس کے جو ان کے قدیم شاگردوں نے بیان کی ہے: شعبہ، سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی، ان (تینوں) کے سوا سب لوگوں نے ان کے اختلاط کے بعد روایت بیان کی ہے۔ (مجمع الزوائد ۱/ ۱۱۹۔۱۲۰)

اس قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر دنیا میں کوئی روایت امام ابوحنیفہ تک باسند صحیح ثابت ہو جائے اور وہ حماد بن ابی سلیمان سے روایت کرتے ہوں تو یہ روایت اختلاط کے بعد ہونے کی وجہ سے ضعیف ومردود ہے۔

دوم: حماد بن ابی سلیمان مدلس ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (۲/۴۵)

اور یہ روایت معنعن ہے۔ دوسری سند میں سفیان ثوری (تقدم: ۲۰۹) مدلس ہیں۔

دیکھئے التعلیق الحسن (ص ۱۱۳)

سوم: ابراہیم بن یزید النخعی مدلس ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۶۱، ۲/۴۵)

اور یہ روایت عن سے ہے۔

اس ضعیف ومردود روایت کے مقابلے میں امام عبدالرزاق فرماتے ہیں:

" **أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ بِلَالٌ يُثَنِّي الْأَذَانَ وَ يُوتِرُ الْإِقَامَةَ إِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ** " یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ بلال (رضی اللہ عنہ) دہری اذان اور اکہری اقامت کہتے تھے، سوائے قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کے، یعنی یہ کلمے دوبار کہتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ۱/۴۶۲ ح ۱۷۹۴، وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۳۷۵ وابوعوانہ ۱/ ۳۲۸)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اکہری اقامت کہتے تھے، لہٰذا نیموی صاحب کا بُنا ہوا مکڑی کا جال ہوا میں اُڑ گیا۔

تنبیہ: ایوب السختیانی اور ابوقلابہ دونوں تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔
دیکھئے الفتح المبین (ص ۲۱، ۳۱) اور نیموی صاحب بھی ان کی معنعن روایت کو صحیح سمجھتے ہیں۔

۲۴۱) وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنَى وَ يُقِيمُ مَثْنَى . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. اور سوید بن غفلہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دہری اذان اور دہری اقامت کہتے ہوئے سنا ہے۔

اسے طحاوی (۱/۱۳۴) نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں شریک القاضی مدلس ہیں۔ (تقدم: ۳۲، ۲۳۹) اور روایت عن سے ہے۔

اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

حافظ نور الدین الصابونی الحنفی (متوفی ۵۸۰ھ) نے فرمایا: ''اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہل بیت میں سے کسی کے لیے ''الصلاۃ'' یا ''السلام'' کا استعمال جائز نہیں ہے حتیٰ کہ (سیدنا) علی یا الحسن یا الحسین یا عباس علیہ الصلاۃ، علیہ السلام، یا صلوات اللہ علیہ بھی نہیں کہا جائے گا، اسی طرح جملہ اہل بیت کا معاملہ ہے بلکہ ہم ''اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین'' کہیں گے۔ صرف اہل بیت کے لئے ''الصلاۃ والسلام'' کا استعمال رافضیوں اور اہل بدعت کا شعار ہے وہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے دوسرے تمام صحابہ کے درمیان انھیں ممتاز کرتے ہیں۔'' (المنتقى من عصمة الأنبياء ص ۲۷۳)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

"مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کا صحیح مفہوم

(قسط:۲)

من دون اللہ اور انبیاء (علیہم السلام) واولیاء

اس سلسلے میں فریق ثانی کے مغالطّوں کے ذکر سے پہلے وہ دلائل ملاحظہ کر لیجئے کہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء وصالحین بھی " من دون اللّٰہ" میں شامل ہیں۔ یہ نظریہ ان کی شان وعظمت کے قطعاً منافی نہیں بلکہ اُن کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

تنبیہ: آیات کا ترجمہ وتفسیر بریلویہ کے نامور علماء کے قلم سے پیش کئے جانے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے اس شبہ کا خاتمہ ہو کہ ترجمے غلط ہیں، تفسیر وتشریح غلط کی گئی ہے۔ جیسا کہ ان کی جانب سے عام پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ "وہابیہ غلط تشریح کر کے گمراہ کرتے ہیں۔" ان کے اپنے تراجم وتفاسیر سے اس شبہ کا ازالہ مقصود ہے۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ "کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اُسے کتاب اور حکم وپیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔"

(آل عمران:۷۹، ترجمہ از احمد رضا خان صاحب)

۱: بطور تفسیر میں ترجمہ کے حاشیہ میں نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے لکھا:

"یہ انبیاء سے ناممکن ہے اور ان کی طرف ایسی نسبت بہتان ہے۔ **شانِ نزول نجران** کے نصاریٰ نے کہا ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ ہم انہیں رب مانیں اس

آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تکذیب کی اور بتایا کہ انبیاء کی شان سے ایسا کہنا ممکن ہی نہیں اس آیت کے شان نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ ابورافع یہودی اور سید نصرانی نے سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا یا محمد آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں حضور نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں نہ مجھے اللہ نے ایسا حکم دیا ہے نہ مجھے اس لئے بھیجا۔'' (خزائن العرفان ص ۱۰۷، مطبوعہ حافظ کمپنی لاہور)

۲: ان کے حکیم الامت احمد یار خان نعیمی صاحب نے اسی آیت کی تفسیر میں یہی بات نقل کی ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۵۶۷، مطبوع نعیمی کتب خانہ لاہور)

۳: ان کے علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری صاحب نے بھی اس آیت کی تفسیر کے ''شانِ نزول'' میں یہی کچھ لکھا ہے۔

(دیکھئے تفسیر الحسنات ج ۱ ص ۵۲۸، مطبوع ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، کراچی)

۴: ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں یہی بات اس طرح نقل کی ہے: ''امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: ''حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ ابورافع قرظی نے کہا... انہوں نے کہا اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح عبادت کریں جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبادت کی تھی؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہم غیر اللہ کی عبادت کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں... الخ (تبیان القرآن ۲/ ۲۲۵، فرید بک اسٹال لاہور)

۵: ان کے پیر آف بھیرہ کرم شاہ ازہری صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

''یعنی جسے انعامات سے سرفراز کیا وہ کسی کو اپنی پرستش اور عبادت کی دعوت نہیں دے گا بلکہ وہ تو سب کو یہی تلقین کرے گا کہ اللہ والے بن جاؤ... یہاں عیسائیوں کو بتایا جارہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو نبی تھے۔ وہ اپنے آپ کو خدا یا خدا کا فرزند کیونکر کہہ سکتے ہیں۔'' (ضیاء القرآن ۱/ ۲۴۷)

۶: پیر سید نصیر الدین گولڑوی صاحب نے لکھا:

''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے اطلاق پر ایک اور قرآنی دلیل

کچھ سطور پہلے ہم نے ایک قاعدہ اور کلیہ بیان کیا کہ جہاں کتاب اللہ میں نفی شرک اور اثباتِ توحید کا بیان ہو رہا ہو وہاں غیر اللہ یا مِن دُونِ اللّٰہ کے الفاظ میں ہر وہ شے اور ہر وہ شخصیت آجاتی ہے، جس کی عبادت کی جاتی ہو، کی جا رہی ہو یا کیے جانے کا امکان ہو، چاہے وہ اصنام ہوں یا برگزیدہ بندے، اور اس پر ہم نے سورۂ مائدہ کی ایک آیت بطورِ شہادت پیش کی... اب ذیل میں ایک اور آیت مع ترجمہ اور شانِ نزول درج کی جا رہی ہے۔'' (اعانت واستعانت ص ۱۰۴)

اس کے بعد گولڑوی صاحب نے درج بالا آیت (آل عمران: ۷۹) نقل کی اور تفسیر خازن کے حوالے سے ابو رافع یہودی کا اعتراض اور جواب نقل کیا جسے مراد آبادی، نعیمی اور سعیدی وغیرہ بھی بیان کر چکے ہیں۔ (حوالہ بالا ص ۱۰۴، ۱۰۵)

قارئین کرام! آیت مبارکہ اور فریق ثانی کے نصف درجن اکابر کی تفاسیر و توضیحات آپ کے سامنے ہیں۔ اس آیت میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ انسان جنھیں اللہ عزوجل نے نبوت سے سرفراز فرمایا اُن میں سے ہر ایک نبی نے اللہ کے بندے بننے کی دعوت دی، کسی ایک نے بھی یہ دعوت نہیں دی کہ ''میرے بندے بن جاؤ اللہ کے سوا''

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام ''مِن دون اللّٰہ'' ہیں، اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر ہر نبی کو ''مِن دون اللّٰہ'' ہی کہا۔ اگر یہ کہنا اُن کی گستاخی ہوتی یا اس میں انبیاء علیہم السلام کی توہین کا کوئی پہلو ہوتا (نعوذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ قطعاً ایسا نہیں فرماتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کے احترام کا حکم دیتا ہے، تو ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے کہ جس سے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی لازم آتی ہو، کلا وفلا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان تفاسیر کے مطابق جب یہود نے یہ تہمت لگائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اپنی عبادت چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز سے کہ ''غیر اللہ'' کی عبادت کا حکم دوں۔ نصیر الدین گولڑوی صاحب نے ''نکتہ دقیقہ'' کے عنوان سے تفصیلی کلام کرتے ہوئے

یہ بھی لکھا:

''یہاں آپؐ نے لفظ غیر اللہ اپنے لئے ہی استعمال فرمایا اور متعدد تفاسیر کے حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس آیتِ محولہ بالا میں مَا کَانَ لبشرٍ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں'' (اعانت واستعانت ص ۱۱۱)

الغرض کہ یہ ''شانِ نزول'' نقل و بیان کرنے والے جملہ بریلویہ نے اس بات کو تسلیم کر کے یہ اعتراف کرلیا کہ افضل الخلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ''من دون اللّٰہ'' یعنی ''غیر اللہ'' میں داخل ہیں، گولڑوی صاحب تو ویسے بھی اس بات کے منکر نہیں تھے۔

قارئین کرام! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نعیمی صاحب نے ''جاء الحق'' میں تو اولیاء کو ''من دون اللّٰہ'' میں شامل نہیں مانا مگر اپنی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر اللہ ہونا تسلیم کر گئے۔

اسی طرح غلام رسول سعیدی صاحب نے آیت زیر بحث کی تفسیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''غیر اللہ'' ہونا تسلیم کیا لیکن آگے چل کر جلد ۶ ص ۳۸۴ پر معلوم نہیں انہیں کیا سوجھی کہ لکھ دیا:

''وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کا مصداق اصنام اور بت ہیں، انبیاء اور اولیاء نہیں!''

آخر ''من دون اللّٰہ'' اور ''غیر اللہ'' میں معنی و مفہوم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ جو سعیدی صاحب کو انکار کی ضرورت پیش آگئی۔ بہرحال پیر آف گولڑہ نصیر الدین صاحب کی سنیے، تفصیلی بحث کے بعد لکھا: ''اب بتایئے کہ مِن دُونِ اللّٰہ اور غیرُ اللّٰہ کے الفاظ فقط بتوں کے لئے مخصوص رکھنے اور آیتِ ردِّ شرک کو زمانہ اولیٰ کے کفار و مشرکین پر ہی منطبق کرنے کی رٹ لگانے والے کہاں تک حقیقت پسند ہیں'' (حوالہ بالا ص ۱۱۱)

عرض ہے کہ ان سے حقیقت پسندی کی توقع قریب قریب عبث ہے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا'' (المائدۃ: ۱۱۶، ترجمہ از احمد رضا خان)

۱: ان کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

''دون بہت معنی میں آتا ہے، دور، علیحدہ، مقابل، سواء، نہ کہ، غیر یہاں بمعنی سوا ہے۔ کیونکہ کوئی عیسائی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ الٰہ نہیں صرف حضرت عیسیٰ و مریم الٰہ ہیں لہٰذا آیت بالکل صاف ہے۔ یعنی اے مریم کے فرزند عیسیٰ کیا ان عیسائی انسانوں سے تم نے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی الٰہ مان لینا۔'' (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۱۹۲)

۲: ابوالحسنات قادری صاحب نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا:

''اللہ تعالیٰ کا یہ سوال استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی تم نے یہ نہ کہا تھا اس سے عیسائیوں کو شرمندہ کرنا مقصود ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے... یعنی اے مریم کے فرزند عیسیٰ علیہ السلام ان عیسائی انسانوں سے تم نے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو الٰہ مان لینا۔''

(تفسیر الحسنات ۲/۲۷۱)

۳: پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب نے اسی آیت کے تحت لکھا:

''قیامت کے دن... اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھے (عیسیٰ کو) اور میری ماں مریم کو معبود بنا کر پُوجو؟ یہاں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے لئے لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ استعمال فرما رہا ہے۔'' (اعانت واستعانت ص ۱۰۰)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے جلیل القدر رسول سیدنا عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ مریم علیہما السلام جن کی نیکی، تقویٰ اور صالحیت کی گواہی قرآن مجید میں موجود ہے، کو اس آیت مبارکہ میں ''من دون اللّٰہ'' ہی کہا۔ فریق ثانی کے علماء نے بھی اپنی تحریرات میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ تو یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام ''من دون اللّٰہ'' میں داخل نہیں، اگر ''من دون اللّٰہ'' میں داخل نہیں (نعوذ باللہ) تو پھر ان کی عبادت بھی باطل نہ ہوئی؟ پھر ان کی عبادت کرنے والوں کی مذمت کا کیا مطلب!!! ان کے خودساختہ خیالات کے مطابق وہ بھی تو اللہ ہی کی عبادت کر رہے ہیں ''من دون اللّٰہ'' کی عبادت تو نہیں کر رہے!

ابوالحسن انبالوی

ظہور احمد حضروی کوثری کے تناقضات ... پر ایک نظر

ظہور احمد نے لکھا: ''زبیر علی زئی نے ابراہیم بن محمد اسلمی (استاذ امام شافعی رحمہ اللہ) کو متروک اور متہم قرار دیا ہے۔ اور علامہ نیموی رحمہ اللہ پر الزام لگایا ہے کہ انھوں نے اس پر جرح کرنے کے باوجود اس کی ایک مرسل روایت کو جید قرار دیا ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۳)

لیکن دوسری طرف جب مشہور غیر مقلد مولانا صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں اسی اسلمی رحمہ اللہ کی مذکورہ مرسل روایت سے استدلال کیا تو زبیر علی زئی نے ''صلوٰۃ الرسول'' کی تخریج میں اس حدیث کے ذیل میں ''مشکوٰۃ'' کا حوالہ دے کر چپ سادھ لی، اور اس پر ادنیٰ سا نقد بھی نہیں کیا۔'' (تناقضات... ص ۶۴)

تجزیہ: ظہور احمد کی مذکورہ عبارت کا جواب ترتیب وار درج ذیل ہے:

۱) ابراہیم بن محمد الاسلمی متروک راوی ہے اور اس میں کوئی دورائے نہیں ہے۔ ظہور کا اسے تناقض قرار دینا خود اس کی عقل کے تناقص کی علامت ہے، کیونکہ کسی جگہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں بالخصوص جب شیخ محترم رحمہ اللہ ابراہیم مذکور کو متروک قرار دے چکے ہیں۔

۲) صلوٰۃ الرسول کی تخریج میں جس مشکوٰۃ کا حوالہ ہے اس کی عظیم الشان تحقیق کرتے ہوئے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت (۱۷۰۸) پر حکم لگایا:

"إسناده ضعيف جدًا . . . فيه إبراهيم بن محمد الأسلمي: متروك متهم"

اور یہ کتاب مارکیٹ میں موجود ہے، لہٰذا ظہور احمد کا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ''ابراہیم اسلمی رحمہ اللہ متروک بھی اور مقبول بھی'' دروغ گوئی کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیونکہ شیخ محترم رحمہ اللہ نے اسے کبھی مقبول قرار نہیں دیا۔

۳) صلوٰۃ الرسول کی تخریج و تحقیق کافی عرصہ پہلے شیخ محترم رحمہ اللہ نے کی تھی، لیکن بعد میں مراجعت کا موقع نہیں ملا اور نہ ناشر نے دوبارہ مراجعت کی زحمت گوارہ کی، یہی وجہ ہے

کہ شیخ محترم نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ میں صرف اسی کتاب کا ذمہ دار ہوں جس کے آخر میں میرے دستخط ہوں یا پھر مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع ہو۔ (ماہنامہ الحدیث: ۹۰)
ظہور صاحب نے جس کتاب کے ذریعے سے تناقض پیش کرنے کی سعی نامراد کی ہے نہ تو اس کی آخر میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے دستخط ہیں اور نہ وہ مکتبہ اسلامیہ ہی کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ اب جس کتاب سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عہدہ برآہ ہو چکے ہیں اس کے مبہم حوالے کو بطور تناقض بیان کرنا ظہور احمد کی واضح خیانت اور تلبیس ہے۔ دیوبندیو! اس طرح کی ہیر پھیر تمھیں مبارک ہو، جس کی زندہ مثال ظہور ہی کے بیان کردہ حوالے میں موجود ہے۔

ظہور احمد نے لکھا: ''زبیر علی زئی نے ...... علامہ نیموی رحمہ اللہ پر الزام لگایا ہے کہ انھوں نے اس پر جرح کرنے کے باوجود اس کی ایک مرسل روایت کو جید قرار دیا ہے۔''

(تناقضات ...... ص ۶۴)

یہاں ظہور احمد نے اپنے دجل کا ثبوت دیا اور ''الزام'' لکھ کر یہ باور کرانا چاہا کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، حالانکہ یہ محض الزام نہیں بلکہ ایسی مسلم حقیقت ہے کہ اکابر پرستوں میں سے کوئی بھی اس کا انکار نہ کر سکے گا۔ (ان شاء اللہ)

جب شوق نیموی کے حنفی مسلک پر زد پڑی تو لکھ دیا: ''إبراهيم بن ابي يحيى الاسلمي متروك'' (آثار السنن ص ١٦٨ ح ٥٢٤)

اور اسے کذاب تک ثابت کیا۔

اور جونہی اپنے حق میں بات آئی تو نیموی صاحب نے پلٹا کھاتے ہوئے ابراہیم مذکور کی روایت کے بارے میں لکھ دیا: ''و إسناده مرسل جيد'' (آثار السنن: ١١٠٥)

ظہور صاحب! دوسروں کے تناقض بنانے سے پہلے اپنے شمار تو کر لو!!!

قارئین کرام! ایک تناقض ظہور احمد اور نیموی صاحب کے مابین بھی ہے کہ جس ابراہیم کو نیموی صاحب نے متروک و کذاب ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اسی ابراہیم کے لیے ظہور ''رحمہ اللہ'' کہتے نہیں تھکتا!!!

حافظ ندیم ظہیر

اہلِ حدیث ہی طائفہ منصورہ ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِینَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْأَمِینِ، أَمَّا بَعْدُ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) ''میری امت میں قیامت تک ہمیشہ ایسا گروہ رہے گا جسے (اللہ تعالیٰ کی) مدد حاصل رہے گی، جو انھیں چھوڑ دے گا وہ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' (سنن الترمذي: ۲۱۹۲ وسنده صحيح، سنن ابن ماجه : ٦ واللفظ له)

اس حدیث سے محدثین کی ایک جماعت نے یہی استدلال کیا ہے کہ طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ اہل حدیث ہی ہیں۔ وللہ الحمد

جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱) امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) نے فرمایا: "إِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا أَهْلَ الْحَدِيْثِ وَ الْأَثَرِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ ." "اگر (طائفہ منصورہ) اہل حدیث واہل اثر نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔

(مَسْألة الاحتجاج بالشافعي للخطيب ص ۳۰، وسنده صحيح)

تنبیہ: اہل اثر، اہل حدیث کے مترادف استعمال ہوتا ہے۔

۲) امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) نے فرمایا: " هُمْ أَهْلُ الْحَدِيْثِ" یعنی طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث ہیں۔ (سنن الترمذي : ۲۲۲۹ ، وسنده صحيح)

۳) امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) نے فرمایا: " إِنْ لَمْ تَكُنْ هَذِهِ الطَّائِفَةُ الْمَنْصُوْرَةُ أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ ."

اگر یہ طائفہ منصور اصحاب الحدیث (اہل حدیث) نہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ (معرفة علوم الحديث للحاكم : ۲ وسنده حسن)

☆ امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حدیث کی تفسیر میں بڑی عمدہ بات کی ہے کہ طائفہ منصورہ جسے قیامت تک (بے یار و مددگار) نہیں چھوڑا جائے گا اصحاب الحدیث ہی کا گروہ ہے۔ اس تاویل (تشریح) کا حق داران اہل حدیث سے بڑھ کر کون ہے جو نیک لوگوں کے راستے پر چلے، آثارِ سلف کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ذریعے سے مخالفین و اہل بدعت (کے سامنے ڈٹ گئے اور ان) کا ناطقہ بند کر دیا۔ سبزہ زار اور مرغوبات کی پُرعیش زندگی پر صحرا بے آب و گیاہ کے سفروں کو ترجیح دی اور اہل علم و اخبار کی صحبت کی خاطر سفری صعوبتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔''

(معرفة علوم الحديث ص ۱۱۲)

۴) امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے فرمایا: '' يَعْنِيْ أَهْل الْحَدِيْثِ'' طائفہ منصورہ اہل حدیث ہیں۔

(مسألة الاحتجاج بالشافعي للخطيب ص ۴۷ وسنده صحيح)

فائدہ: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔'' (۲/ البقرة: ۱۴۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: '' هُمُ الطَّائِفَةُ الَّتِيْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ.)) یہ وہی گروہ ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ (طائفہ منصورہ) حق پر قائم رہے گا جو انھیں چھوڑے گا وہ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔'' (خلق افعال العباد للبخاري: ۱۱۵)

۵) امام ابو جعفر احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۹ھ) نے فرمایا: '' هُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ وَ أَصْحَاب الْآثَارِ'' یعنی طائفہ منصورہ سے مراد اہل علم اور اصحاب الآثار (اہل حدیث) ہیں۔ (شرف اصحاب الحديث للخطيب البغدادي: ۴۹ وسنده صحيح)

۶) امام ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۵ھ) نے درج بالا حدیث پر یوں باب باندھا ہے: " ذِكْرُ اثْبَاتِ النُّصْرَةِ لِأَصْحَابِ الْحَدِيْثِ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ"
یعنی اہل حدیث کے لیے قیامت تک نصرت (مدد) کے اثبات کا بیان۔

(صحيح ابن حبان ۱/ ۲۶۱ ح ۶۱)

۷) امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) نے اہل حدیث کی فضیلت ومنقبت میں ایک باقاعدہ کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' تصنیف کی جس میں دلائل واقوال سے ثابت کیا ہے کہ طائفہ منصورہ اہل حدیث ہیں۔

فائدہ: اہل حدیث کی صداقت وحقانیت پر امام ابو المظفر السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۹ھ) کی کتاب " الانتصار لأصحاب الحديث" بڑی جامع ونافع ہے، اسی طرح امام ابو احمد الحاکم الکبیر رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۸ھ) کی ''شعار اصحاب الحدیث'' بہت مفید اور بہترین تصنیف ہے۔

۸) امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن فضل الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۵ھ) نے فرمایا: " ذِكْرُ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَ أَنَّهُمُ الفِرْقَة الظَّاهِرَة عَلَى الْحَقِّ إِلٰى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةَ . " اہل حدیث کا ذکر اور یہی فرقہ (طائفہ منصورہ) قیامت تک حق پر غالب رہے گا۔ (الحجة في بيان المحجة ۱/ ۲۶۲ و شرح عقيدة اهل السنة ۱/ ۲٤٦)

۹) حافظ ابن العربی المالکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۳ھ) نے فرمایا: " أَمَّا الطَّائِفَة الْمَنْصُوْرَة ، فَقِيْلَ هُمْ أَصْحَاب الْحَدِيْثِ" طائفہ منصورہ تو (اس بارے میں) کہا گیا ہے کہ وہ اہل حدیث ہیں۔ (عارضة الاحوذي ۹/ ٤٥)

۱۰) پیر عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۱ھ) نے فرمایا: " أَمَّا الْفِرْقَة النَّاجِيَة فِيْه أَهْل السُّنَّة وَ الْجَمَاعَةِ . " (الغنية لطالبي طريق الله عزوجل ۱/ ۳۷٤)
یعنی فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے۔ دوسری جگہ (۱/۳۹۴) فرمایا: ''اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں۔'' (مفہوماً)

معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک اہل حدیث واہل سنت ایک ہی گروہ کے دو نام ہیں۔

۱۱) حافظ صلاح الدین العلائی (متوفی ۷۶۱ھ) کے نزدیک بھی طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث ہیں۔ دیکھئے إثارة الفوائد المجموعة فی الاشارة الی الفرائد المسموعة (۱/ ۷۹)

۱۲) حافظ محمد بن مفلح المقدسی رحمہ اللہ (۷۶۳ھ) کی کتاب الآداب الشرعیة والمنح المرعیة (۱/ ۲۱۱) میں حدیث: ((**لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ** ......)) پر درج ذیل باب قائم ہے: " فَصْلٌ : أَهْلُ الحديْثِ هُمُ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ القَائِمُونَ عَلَى الْحَقِّ "

یعنی اہل حدیث فرقہ ناجیہ ہے جو حق پر قائم ہے۔

۱۳) امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے فرمایا: " وَ قَدْ قَالَ كَثِيْرٌ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ : أَنَّهُمْ أَهْلُ الْحَدِيْثِ " علمائے سلف میں سے کثیر نے کہا کہ وہ (طائفہ منصورہ) اہل حدیث ہیں۔ (البداية والنهاية ۹/ ۳۰۴)

۱۴) حافظ یحییٰ بن ابی بکر بن محمد العامری رحمہ اللہ (متوفی ۸۹۳ھ) نے فرمایا:

''اس پر علمائے امت کا اتفاق ہے کہ حدیث: ((**لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ**......)) سے (جو گروہ مراد ہے) وہ اہل حدیث ہیں۔'' (بهجة المحافل ۲/ ۴۰۸)

محدثین وعلماء کی تشریح سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ طائفہ منصورہ (فرقہ ناجیہ) اہل حدیث ہی ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے ان علماء ومحدثین کے بے شمار حوالوں کو صفحہ قرطاس پر منتقل نہیں کیا گیا جنہوں نے اس حدیث کی شرح میں بطور دلیل مذکورہ بالا اقوال میں سے کوئی قول بیان کیا ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ مسلم حقیقت کے باوجود اس پاکیزہ گروہ کے بارے میں اہل بدعت نے آج تک اپنی روش نہیں بدلی!!! امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہمیں سفر وحضر میں جتنے لوگ ایسے ملے جو الحاد و بدعت کے طرف منسوب تھے وہ طائفہ منصورہ (اہل حدیث) کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور انہیں حشویہ کے نام سے پکارتے تھے۔'' (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱۵)

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کرکے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر

www.zubairalizai.com alhadith_hazro2006@yahoo.com